لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

فخرِ انسانیت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو یہ تینوں انمول موتی عطا کئے، علم صحیح، یقین کامل اور نیکی کا تقاضائے قلبی، دنیا کو نہ اس سے زیادہ قیمتی سرمایہ ملا، نہ کسی نے اس پر آپ سے بڑھ کر احسان کیا۔

دنیا کے ہر انسان کو فخر کرنا چاہئے کہ ہماری نوع انسان میں ایک ایسا انسان پیدا ہوا جس سے انسانیت کا سر اونچا اور نام روشن ہوا، اگر آپ نہ آتے تو دنیا کا نقشہ کیا ہوتا اور ہم انسانیت کی شرافت وعظمت کے لئے کس کو پیش کرتے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر انسان کے ہیں، محمد رسول اللہ سے اس دنیا کی رونق اور نوع انسانی کی عظمت ہے، وہ کسی قوم کی ملک نہیں، ان پر کسی ملک کا اجارہ نہیں، وہ پوری انسانیت کا سرمایہ فخر ہیں، کیوں آج کسی ملک کا انسان فخر ومسرت کے ساتھ یہ نہیں کہتا کہ میرا اس نوع سے تعلق ہے، جس میں محمد رسول اللہ جیسا انسان کامل پیدا ہوا۔

پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم ویقین کے ساتھ وہ طاقت بھی پیدا کر کے دکھادی جس میں ہزار پولیس، سیکڑوں عدالتوں اور بیسوں حکومتوں سے زیادہ طاقت ہے، یعنی ضمیر کی طاقت، نیکی کی رغبت، گناہ سے نفرت اور نفس کا خود احتساب۔

یہ اسی طاقت کا کرشمہ تھا کہ ایک صحابی جن سے ایک بڑا گناہ سرزد ہوجاتا ہے، وہ بے تاب ہوجاتے ہیں، ضمیر چٹکیاں لینے لگتا ہے اور وہ حضور کی خدمت میں آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں، حضور! مجھ کو پاک کر دیجئے، آپ رخ انور پھیر لیتے ہیں، وہ اسی طرف آکر کھڑے ہوجاتے ہیں، آپ دوسری طرف رخ کر لیتے ہیں، وہ اس طرف آکر کھڑے ہو جاتے ہیں، آپ تحقیق کرواتے ہیں کہ ان کی دماغی حالت خراب تو نہیں ہے؟ جب معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحیح الدماغ آدمی ہیں تو آپ ان کو سزا دلواتے ہیں، کس چیز نے ان کو سزا پر آمادہ کیا اور کون سی چیز ان کو خود کھینچ کر لائی؟؟

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

(از کاروانِ مدینہ)

۲۵ مئی ۲۰۰۱ء | سالانہ ۱۳۰ روپے | شمارہ ۶ روپے

Regd. No.LW/ NP/ 63

FORTNIGTLY

R.N.I.No- UP URD 03615/24/1/2000-Tc

Fax No. : (0522)330020

Office Ph. No-787250

Guest Haous : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India) Rs.6/- Vol.1 No.1

هو الشافی

روزآنہ سپر جاپانی کمپیوٹر

کے ذریعے آنکھوں کی جانچ، پاور دھوپ کے فینسی چشموں کا ایک خاص مرکز

ایک بار خدمت کا موقع دیں

AUTO REFRCCTO METER AR-660

فوٹو کرامک ☆ کوٹیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس

فینسی پاور دھوپ کے چشموں کا وسیع اسٹاک موجود ہے

چشمہ گھر

مہاجنی ٹولہ ڈاکخانہ روڈ، سرائے میر اعظم گڑھ

آپٹیشن ایچ، رحمن ☎ 60082

Ph.No 260433 - 242946

آپ کی خدمت میں جدید دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

نشکر

شوگر کی کامیاب دوا

HASANI PHARMACY

117/41Gwynne, Road, Lucknow - 226018 Ph.: 202677

حسنی فارمیسی کی ایجنسی کے لئے رابطہ قائم کریں

کیپ کے اوپر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیئے

مئو کا بنا

درد، زخم، چوٹ، کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

نورانی تیل

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یو۔پی)

چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے

AUTO REFRCCTO METER AR-860

فوٹو کرامک ☆ کوٹیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس

فینسی پاور دھوپ کے چشموں کا خاص مقام

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشن اے۔ رحمن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک معتبر گنج، اعظم گڑھ

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Majlis Sahafat- Wa- Nashriat, Nadwatul Ulama at Parekh offset Press, Tagore Marg, Lucknow - U. P.

Editor : *Shamsul Haq Nadwi*

محبتِ رسولؐ کا تقاضا

● حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء

اسلام کا کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بغیر "محمد رسول اللہ" کے مکمل نہیں ہوتا، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کے ساتھ اُس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا مطلب ہے، اللہ رب العزت کی طرف سے وہ جو احکام اور شریعت لائے اس کو ماننا اور اس کے حکموں پر چلنا، اسلام میں حق کا راستہ یہی متعین کیا گیا ہے کہ خدا کو رب واحد مانا جائے اور اسکی طرف سے جو حکم اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے اس کو مانا جائے۔

ہر مسلمان کو بتایا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو انہی احکام کا پابند بنائے اور سچا اور صحیح مسلمان بنے، آج مسلمانوں میں جو انحطاط اور کمزوری آگئی ہے وہ دراصل حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے احکام سے ہٹ جانے اور غفلت برتنے سے پیدا ہوئی ہے، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا" (احزاب) کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں اچھا نمونہ ہے، اور یہ ہر اس شخص کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کو اور آخرت کے دن کی جوابدہی سے امید رکھتا اور اس نے اللہ کو یاد کیا ہو۔ اسی طرح ہر مسلمان کی زندگی کیلئے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور طریقۂ حیات کو نمونہ قرار دیا گیا ہے، جن کی پیروی ہر مسلمان پر واجب ہے، ان کی پیروی دراصل اس وقت ہو سکتی ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو ہمارا دل پوری طرح جانتا اور مانتا ہو، ہم کو ان سے سچی محبت ہو، ان کی خوشی ہمارے لیے نعمت کا درجہ رکھتی ہو، اور ان کا رنج ہمارے لیے سوہانِ روح ہو، ہم ہر وقت یہ فکر رکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا پسند تھا اور کیا ناپسند، آپ کس بات سے خوش ہوتے تھے، کس بات سے ناخوش اور یہ کہ ہم آپ کی خوشی کا کام کیسے کر سکتے ہیں، اور آپ کے ناخوشی کے کام سے کیسے بچ سکتے ہیں، صحابۂ کرامؓ کو جو آپ سے محبت تھی اور جو تعلق تھا اس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام سے یہ محبت کرا کے قیامت تک ساری امت مسلمہ کو یہ بتا دیا کہ اللہ کے اس آخری اور عظیم رسول سے محبت کیسے کی جاتی ہے اسکی خوشی کا کام کیسے کیا جاتا ہے:

آپ سے سچی محبت کا یہی معیار ہے کہ دیکھا جائے کہ ہماری زندگی میں آپ کے طریقہ و سنت کی پیروی کہاں تک ہے دعویٰ کرنا آسان ہے محبت و تعلق کا لفظی اور دکھاوے کا اظہار آسان ہے، اس اظہار کیلئے پیسے اور دولت صرف کر دینا بھی آسان ہے، آدمی جس طرح اپنی بہت سی خواہشوں پر پیسے صرف کر دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے دعوے اور دکھاوے پر بھی صرف کر لیتا ہے، رونق جلسہ جلوس بھی آسان کام ہیں اس سب میں دل بھی لگتا ہے اور مزہ آتا ہے، لیکن جس میں جی لگتا ہو اور معلوم ہو جائے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کی بات نہیں آپ کا یہ طریقہ نہیں، پھر اس کو آدمی چھوڑ دے اور اس کے مزے سے اپنے کو بچا لے یہی وہ مشکل کام ہے جو ہماری زندگی سے نکلتا جا رہا ہے اور جو سنت ہے جس سے اللہ کے رسول خوش ہوں گے اس کو اختیار کرے خواہ اس میں کوئی منوہ ہو کوئی دکھاوا نہ ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور خوشنودی آپ کے احکام پر عمل کر دکھانے سے اور آپ کی سنت کی پیروی سے ہوگی،

ہم دیکھیں کہ آپ خوشی کے موقعوں پر کیا کرتے تھے، رنج کے موقعوں پر کیا کرتے تھے، اپنے پروردگار کی عبادت اور اس کے احکام کی بجا آوری کیسی کرتے تھے پھر اپنی بیویوں سے کیسے پیش آتے تھے، بچوں کے ساتھ کیا سلوک تھا ساتھیوں اور رفقاء کا کیا خیال کرتے تھے، پڑوسیوں کے ساتھ کیا معاملہ تھا، کیسی رحمدلی تھی، کیسا اخلاق تھا، لوگوں کے حقوق کیسے ادا کرتے تھے، غریبوں کی کیسی مدد کرتے تھے، پریشان حال لوگوں کے کیا کام آتے تھے، اسراف اور فضول خرچی سے بچتے اور ضرورتمندوں کی مدد کرتے تھے وہ اپنے ماننے والوں اور محبت کرنے والوں سے کیا مطالبہ کرتے تھے، ایک صحابیؓ نے جن سے آپؐ ایک موقع پر بہت خوش ہوئے عرض کیا حضورؐ میرے لیے آخرت میں اپنی رفاقت کی دعا کیجئے آپؐ نے فرمایا کہ سجدوں سے یعنی پروردگار کی خوب عبادت کرنے سے میری مدد کرو یعنی میری دعا کو تقویت پہونچاؤ آپ نے جھوٹ سے اور غیبت سے اور دوسروں کی دل آزاری سے بہت سختی سے منع کیا ہے حتیٰ کہ ایک حدیث میں فرمایا کہ قیامت میں ایسا بھی شخص لایا جائے گا جس نے خوب عبادت کی ہوگی لیکن لوگوں کی دل آزاری کی ہوگی، کسی کو مارا ہوگا، کسی پر الزام لگایا ہوگا جب اس کا حساب ہوگا تو جن کی اس نے دل آزاری کی ہوگی ان کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی حتیٰ کہ اس کا دامن اس کی اپنی نیکیوں سے خالی ہو جائے گا اور اس کو آگ میں جانا پڑے گا۔

ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کا ثبوت دینا چاہیے اور آپ کے بتلائے ہوئے اخلاق اور اتباعِ سنت کو اختیار کرنا چاہیے۔ یہی اس محبت کا حق ہے اور آپ کی خوشنودی حاصل کرنے

(باقی ص ٣٠ پر)

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ٣٨ | ٢٥ مئی ٢٠٠١ء | مطابق | یکم ربیع الاول ١٤٢٢ھ | شمارہ نمبر ١٤

نگرانِ اعلیٰ
مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی
معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء

مدیر اعلیٰ
شمس الحق ندوی

مدیر معاون
سید محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زرِ تعاون

سالانہ ---- =/١٣٠ روپے
فی شمارہ ---------- =/٦ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ...... ٣٠ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ...... ١٥ ڈالر

☆☆☆

نیچے بنے دائرہ میں سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

نمبر

گذارش

خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتر کی کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ٩٣ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (٢٢٦٠٠٧) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر سیکشن مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

اس شمارے میں

۱	محبت رسولؐ کا تقاضا	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۲
۲	کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
۳	رحمت کا آئینہ (نعت)	قمر رام نگری	۷
۴	اسلامی شریعت اور عائلی زندگی	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۸
۵	درود بسعود سرکار دو عالمؐ (نعت)	رباب رشیدی	۱۲
۶	ارادۂ الٰہی اور مادی اسباب	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۱۳
۷	ڈائیلاگ۔ مسائل کے حل کا مؤثر ذریعہ	مولانا سید واضح رشید ندوی	۱۹
۸	مغرب میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں	محمد اکرم ندوی	۲۲
۹	علمائے سلف کی جرأت حق گوئی	ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی	۲۴
۱۰	شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے	نذر الحفیظ ندوی	۲۵
۱۱	تربیتی کیمپ برائے ردّ قادیانیت	(ادارہ)	۲۶
۱۲	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۷
۱۳	الٰہ آباد کے مہاکمبھ میلہ میں جلسہ پیام انسانیت	ایم۔ عبدالواحد قاسمی	۲۸
۱۴	مطالعہ کی میز پر	شمس الحق ندوی	۲۹
۱۵	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	۳۰

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30
۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم سنٹی میٹر =/۸۵

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P.O. Box No. 842, Madina Munawwara (K.S.A.)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O.C.I.S., St. Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K.
ساؤتھ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P.O. Box388, Vereninging,(S. Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P.O. Box No. 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P.O. Box No. 12525, DUBAI (U.A.E.) P-H/No: – 3970927
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H. No. 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 38-Conklin Ave, Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)

Website: nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in

اداریہ

شمس الحق ندوی

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

قریش اور دیگر قبائل عرب کی شرکت میں کعبہ کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی۔ اب مسئلہ حجر اسود کو اس کی جگہ نصب کرنے کا تھا اور یہ بہت بڑا شرف تھا۔ لہٰذا ہر قبیلہ کی آرزو اور چاہت یہ تھی کہ یہ شرف اسی کو حاصل ہو۔ اس شرف سے تنازل یا دست برداری عربوں کی اونچی ناک کے لئے بڑا نیچا کام تھی، معاملہ بہت نازک تھا، بات بڑھتی گئی۔ نوبت خون خرابہ کی سرحد کو چھو رہی تھی، کالے پتھر کے لئے سرخ خون کی ندی بہنے والی تھی۔ اس یتیم کے اکیلے ہاتھوں نے اس طوفان کا رخ پلٹ دیا جو ان میں صادق و امین کے نام سے مشہور ہو چکا تھا اور سارے قبائل عرب میں اس کے حسن کردار، صدق و امانت، عفت و شرافت کے چرچے ہی نہیں بلکہ دلوں میں اس کا ادب و احترام جاگزیں ہو چکا تھا۔ عمر کے چالیس سال پورے ہو چکے تھے۔ آپ مکہ کی گھاٹیوں اور اندر کی وادیوں سے گذرتے تو شجر و حجر سے آواز آتی "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم" آپ اپنے داہنے بائیں اور پیچھے مڑ کر دیکھتے تو درختوں اور پتھروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔ غار حرا کی تنہائی کی سرگوشیاں جاری تھیں کہ عمر کا اکتالیسواں سال شروع ہوا اور سر مبارک پر "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ الخ" فرما کر رحمۃ للعالمین کا تاج رکھ دیا گیا۔

اب تک جو سرگوشیاں تھیں وہ اپنی ذات کی حد تک محدود تھیں، یہاں سے ذمہ داری ڈالی جا رہی ہے کہ "اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ" کی جو دولت بے بہا عطا ہوئی ہے اس کو دوسروں تک پہنچایا جائے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی کے الفاظ میں "حراء کے دامن سے صدق و امانت کا آفتاب چڑھا چڑھ کر انسانیت کے اس حائط کے سامنے آ کر ٹھہر گیا جس سے سیج جانا جاتا ہے۔"

مگر علامہ سید سلیمان ندویؒ کے الفاظ میں "نبوت کا نور چھ صدیوں سے زیر نقاب تھا۔ توحید کی دعوت ایک بیگانہ آواز تھی جو مسافرانہ بے کسی کے عالم میں محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بلند ہوئی۔ پورب پچھم، دائیں بائیں ہر طرف اس صدائے حق کو نامانوس سمجھا گیا۔ آواز دینے والے نے حسرت سے چاروں طرف دیکھا اور ہر طرف اس کو وہی بیگانگی اجنبیت اور مسافرانہ بے کسی کا منظر نظر آیا۔" بات اس پر ختم نہ ہوئی بلکہ وہ جو لوگوں کی طرف رحمت خداوندی کے پھول مالے لیکر بڑھتا تھا لوگ اس کی طرف اینٹ پتھر لے کر دوڑے۔ ان سنگ دل اور سیاہ سینہ لوگوں نے اس نور مجسم اور رحمت کاملہ کو جانچنے پرکھنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جو کچھ کر سکتے تھے سب کچھ کر آزمایا، عزت پر، آبرو پر، جسم پر، جان پر، حملوں کی کون سی قسم تھی جس کو انھوں نے باقی نہ چھوڑا ہو۔ یقیناً ان کے ترکش میں کوئی تیر ایسا نہ تھا جو چلنے سے رہ گیا۔ سر پر خاک ڈالی گئی، راہ میں کانٹے بچھائے گئے۔ پشت مبارک پر آلائشوں سے بھری ہوئی اوجھ نمازکی حالت میں رکھی گئی، چہرۂ مبارک پر بلغم تھوکا گیا، گردن مبارک میں پھندا لگایا گیا یہ سب اس کے ساتھ ہوا جو انسان تو انسان جانور کے دکھ کو بھی دیکھ کر تڑپ جاتا تھا۔ مگر پھر ہوا کیا۔ یہاں پھر علامہ سید سلیمان ندویؒ کے الفاظ ہی پڑھئے۔ "رفتہ رفتہ یہ اجنبیت دور ہوئی، بیگانگی کافور ہوئی۔ آواز کی کشش اور نوائے حق کی بانسری نے دلوں میں اثر کیا کان والے سننے لگے۔ اور جو سنتے تھے سر دھننے لگے۔ یہاں تک کہ وہ دن آیا کہ سارا عرب اس کیف سے معمور اور اس شراب سے مخمور ہو گیا"

دکھی انسانیت کی قسمت جاگی ظلم و ستم کی گرم بازاری سرد پڑی، ظلمت و جہالت کافور ہوئی اور امن و سکون کی بادِ بہاری چلنے لگی۔ اور انسانی معاشرہ ایک بے خار گلدستہ بن گیا جس کا ہر پھول اور ہر پتی اس کے لئے باعثِ زینت تھی۔ نوعِ انسانی کے تمام افراد ایک خاندان میں تبدیل ہو گئے۔ نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت تھی نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر فوقیت تھی۔ وہاں اگر کسی کو کسی پر فضیلت تھی تو محض تقویٰ کی بنا پر۔

اس صادق و امین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے لوگو! بیشک اللہ نے تم سے جاہلیت کے عیب کو دور فرما دیا۔ اور آباء و اجداد پر فخر کرنے کی رسم ختم کر دی۔ انسانوں کی دو ہی قسمیں ہیں نیک اور خدا سے ڈرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں شریف۔ دوسرے بدعمل بدبخت اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ذلیل۔ (ابن ابی حاتم)

ربیع الاول کی مناسبت سے اس وقت جبکہ اس نبی اُمّی اور صادق المصدوق کی یاد میں جلسے جلوسوں کی ہما ہمی اور چہل پہل ہے۔ کیا ہمارا یہ فرض نہیں کہ ہم اس پر غور کریں کہ آپؐ نے وہ سب کچھ جھیل کر جس کی صرف ایک جھلک اوپر کی سطروں میں دکھائی گئی ہے ہم کو کتنی عظیم الشان نعمت سے بہرہ ور کیا ہے۔ اگر وہ نہ آتے تو ہم اپنے مالک و خالق کو کیسے پہچانتے۔ ہم پر اس خالقِ مطلق اور خدائے برحق نے مسجودِ ملائک بنا کر جو عظیم ذمہ داری ڈالی ہے اس کو کیسے جانتے۔ ہماری زندگی کا مقصد حقیقی کیا ہے۔ اس کو کیسے جانتے، ایک دوسرے سے پیار و محبت، حقوق کی ادائیگی، رشتہ ناطوں کا پاس و لحاظ، چھوٹے بڑے کا فرق اور اس کے آداب، زندگی کے جھمیلوں میں نرم گرم حالات میں زندگی کی درست و صحیح راہ پر چلنے کی روشنی کہاں سے ملتی۔ ایک پاکیزہ اور صاف ستھرے معاشرہ کی وہ تصویر کیسے ہم کو نصیب ہوتی جو اصحاب رسولؐ کی زندگی میں ہم کو ملتی ہے اور ہمارے لئے روشنی کے مینار کا کام دیتی ہے، کیا ہم پر یہ فرض نہیں کہ اپنے گھر اور ماحول میں زندگی کے وہ رنگ ڈھنگ پیدا کریں جو انھوں نے اطاعت رسولؐ اور محبت رسولؐ کا حق ادا کر کے ہم کو دکھا دیا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ جھیلا اور برداشت کیا تھا وہ انسانوں کی فلاح و بہبود ہی کے لئے تھا؟ اگر واقعہ یہی ہے تو کیا آج ہماری بداعمالیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو اس سے کہیں زیادہ تکلیف نہ پہنچتی ہوگی جتنی اینٹ پتھر برسانے والوں سے پہنچی تھی۔ آسمان و زمین پر لرزہ طاری کر دینے والا کتنا حیرتناک منظر تھا کہ آگ میں پھاندنے والوں کی جو کمریں پکڑ پکڑ کر گھسیٹ رہا تھا وہی کمر کے بل گرایا جاتا تھا پتھر مار مار کر گرایا جاتا تھا۔ اس مبارک موقع پر چاہئے تو یہ کہ ہم اپنا اور اپنے معاشرہ کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ہمارے اپنے ہاتھوں آپ کی تعلیمات اور سنتیں کس طرح پامال ہو رہی ہیں۔ اصحاب رسولؐ جن کا ذکر آچکا ہے۔ وعدے کے سچے اور عہد کے پکے تھے اور ہم وعدہ خلاف اور عہد کے کچے ہم قوال وہ فعال، ہم الفاظ کے بادشاہ وہ حق و صداقت کے شاہکار، ہم گفتار وہ کردار ہم صورت وہ حقیقت آج ہم جو آپ کے پیغام و رسالت کے اصل امین و مخاطب اور آپ کے شیدائی کہلاتے ہیں اتنے غافل و بے فکر ہیں کہ اس دن کو اس مبارک مہینہ کو جو انسانیت کی طلوع صبح صادق کا دن اور مہینہ ہے صرف تکلف اسراف اور بناوٹ و سجاوٹ میں لاکھوں روپئے خرچ کر کے اپنی محبت کو محبت رسولؐ کا حق ادا کر دینا سمجھتے ہیں خود دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ اس وقت میلے کا سا جو سماں ہوتا ہے تفریح اور تماشے اور بے حجابی، کا جو لرزہ خیز منظر ہوتا ہے کیا اس سے محبت رسولؐ کا حق ادا ہوتا ہے۔

کیا اچھا ہوتا کہ اس موقع پر ہم تجدید عہد کرتے اپنی زندگیوں کا جائزہ لیتے، دیکھتے کہ ہمارے اپنے اندر گھر اور معاشرہ کے اندر آپ کے چلن کا کتنا چلن ہے۔ ہم آپ کے اس ارشاد کو یاد کرتے، سوچتے اور غور کرتے کہ اس کے زندہ کرنے کے لئے ہم کتنی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا (من احیا سنتی عند فساد امتی فلہ اجر مأۃ شہید) جس نے ہمارے چلن کو ہمارے طرز زندگی کو اس وقت زندہ کیا ہو اور عمل کیا جب امت میں فساد و بگاڑ عام ہو رہا ہو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

اس مبارک موقع پر آج اس کی کتنی شدید ضرورت ہے کہ علماء امت اور واعظین قوم سوادِ امت کے اندر بناوٹ و سجاوٹ کی فضول خرچی کی طرف سے ذہنوں کو موڑ کر جس سے یقیناً آپ کی روح شاد ہونے کے بجائے ناشاد ہوگی۔ آپ کے چلن کو اپنانے اور معاشرہ میں اس کو رواج دینے کی تلقین کرتے، قوم کے اندر اس غیرت محمدی کو بیدار کرتے جس کو آپ کی صفات میں اس طرح بیان کیا گیا ہے

فاذا تعدی الحق لم یقم لغضبہ شئی حتی ینتصر لہ۔

ایک نیک اور پارسا اور عبادت گذار خاتون جن سے غلطی سے چوری کا جرم سرزد ہو گیا اور ہاتھ کاٹنے کی سزا نافذ ہونے والی ہے جب ان کی سفارش کی جاتی ہے تو آپ کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو جاتا ہے اور یہاں تک فرما دیتے ہیں کہ لو ان فاطمۃ بنت محمدؐ سرقت لقطعت یدہا۔ اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتیں تو ان کا ہاتھ کاٹا جاتا۔ مزید فرمایا تھا کہ تم سے پہلے کی قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ اگر ان میں سے

کوئی معزز شخص قانون شریعت کو توڑتا تھا تو چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اور کوئی معمولی حیثیت کا آدمی ہوتا تو اس کو سزا دی جاتی تھی۔

آج کے بعد کل ہے۔ زندگی کے بعد موت ہے وہ دن دور نہیں جب ہر اُمتی خدا اور نبیؐ کے حضور کھڑا ہوگا۔ اور سامنے اعمال نامہ کھلا ہوگا اس وقت کیا عالم ہوگا۔ ندامت و شرمندگی کا کوئی اس کا اندازہ لگا سکتا ہے؟ کچھ یہی احساس تھا جس نے اقبال مرحوم کی زبان سے اپنے مالک سے معافی اور نبی کے سامنے رسوا ہونے سے بچنے کی یہ دعا کی۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذرہائے من پذیر
یا اگر بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفےٰ پنہاں بگیر [1]

لہٰذا ہم کو زندگی کے ہر شعبہ میں حکم شریعت اور سنت رسولؐ کو زندہ کرنے کی فکر کرنی چاہئے ہر سال ماہ ربیع الاول ہمارے لئے یہی پیغام لے کر آتا ہے۔ لیکن کیا ہم میلاد کے جلسوں میں اپنے اندر کچھ تبدیلی لانے کی فکر کرتے ہیں علماء تقریر کرتے ہیں، چلے جاتے ہیں۔ مجلس مشاعرہ منعقد ہوتی ہے اور اس طرح ختم ہوتی ہے کہ بہت سے نمازیوں کی فجر کی نماز بھی غائب ہو جاتی ہے اور جو سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں ان کا تو ذکر ہی کیا

کاش ہم اس وقت کے ایمان سوز حالات کو دھیان میں رکھ کر اس مبارک موقع پر اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کرتے کہ اب سے ہم اپنے نبی کا چلن اپنائیں گے۔ جن کے چھوٹ جانے ہی سے ہم دنیا و آخرت دونوں جہان کے خسارے و نقصان سے دوچار ہیں۔ اور ذلت و رسوائی ہمارا حصہ بن چکی ہے۔ اقبال مرحوم نے جواب شکوہ میں رب کریم کی بے پناہ رحمت و نوازش کو اطاعت رسولؐ پر منحصر کر کے دو مصرعوں میں اس طرح بیان کر دیا ہے

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اقبال کے یہ الفاظ رب کریم کے اس ارشاد کے ترجمان اور اس کا واضح بیان ہیں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورۂ آل عمران: ۳۱)

(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا۔

اے اللہ! خدا و رسول کے ان نقوش کو تو ہمارے دلوں میں اتار دے اور زندگی میں جاری و ساری فرما دے۔ آمین یا رب العالمین۔

[1] اے ہمارے مالک تیری ذات ہر دو عالم سے غنی و بے نیاز ہے میں خطا کار گنہگار بندہ ہوں قیامت کے دن میرا عذر قبول کر کے معاف فرما دے۔ اور اگر ہمارے حساب لینے ہی کا فیصلہ فرمائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپا کر ہمارا حساب لے۔ (ہمیں ان سے بڑی شرم آئے گی)

رحمت کا آئینہ

محمد قمرالدین قمر رام نگری

خلق حسن ہے، آپؐ کی عظمت کا آئینہ
معراج ہے بلندی و رفعت کا آئینہ

محبوب رکھتا ہے جسے خود رب ذوالجلال
ہیں آپؐ وہ خدا کی محبت کا آئینہ

دشمن سے بھی نہ بدلہ لیا آپ نے کبھی
دل آپ کا تھا رحمت و رافت کا آئینہ

پتھر جنھوں نے مارے انھیں بھی دعائیں دیں
تھے آپ خلق و عفو و مروت کا آئینہ

ہر ہر عمل تھا آپ کا اک اسوۂ جمیل
کل زندگی تھی دین و شریعت کا آئینہ

مضمر ہے جس میں دونوں جہاں کی فلاح و خیر
ہر قول آپ کا ہے وہ حکمت کا آئینہ

ظلم و ستم مٹانے کو تشریف لائے آپؐ
تھے آپ عدل و حق و صداقت کا آئینہ

آتے ہی اُن کے ہو گئیں کافور ظلمتیں
ختم الرسل تھے مہر ہدایت کا آئینہ

واللہ سراپا نور تھے پیکر تھے نور کا
چہرہ تھا جن کا نورِ نبوت کا آئینہ

اس آئینے میں آپؐ ہیں اک عکسِ بے مثال
ہے کائناتِ خالقِ قدرت کا آئینہ

قرآں ہیں ایک زندہ و ناطق مرے حضورؐ
بیشک رسولِ پاکؐ ہیں رحمت کا آئینہ

کامل ہے ان کا ایماں وہ جائیں گے خلد میں
دل جن کا ہے حضورؐ کی الفت کا آئینہ

بوبکرؓ ہوں عمرؓ ہوں، وہ عثمانؓ ہوں یا علیؓ
واللہ ہیں نبی کی نیابت کا آئینہ

حسنؓ و حسینؓ ہیں چمنِ مصطفےٰ کے پھول
اور حق کی راہ میں ہیں شہادت کا آئینہ

رحمت برستی رہتی ہے آٹھوں پہر جہاں
شہرِ نبیؐ مدینہ ہے جنت کا آئینہ

ہے نعت گوئی مقصدِ شعر و سخن قمرؔ
اور میرا فن حضورؐ کی مدحت کا آئینہ

اسلامی شریعت اور عائلی زندگی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ذیل کا مضمون حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء کا وہ خطبہ ہے جو ۷/اپریل ۲۰۰۰ء کو دہلی میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ایک اہم جلسہ کے لئے لکھا گیا تھا، جس میں مرد وعورت کے مابین ان کی مشترک زندگی کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور شریعت کی روشنی میں خواتین کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں، دعوت فکر وعمل دی گئی ہے، افادۂ عام کی غرض سے ہم اس خطبہ کو ذیل میں پیش کررہے ہیں ——— (ادارہ)

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين محمد واله وصحبه أجمعين۔

محترم حضرات وخواتین اسلام!

مسلم پرسنل لاء بورڈ کے تعاون سے طلب کردہ یہ مذاکرۂ علمی اس بات کا مناسب موقع ہے، کہ اس میں خواتین اسلام کی طرف سے اٹھائے جانے والے مسائل کو زیر غور لایا جائے اور ہماری غیر اسلامی زندگی نے جو خرابیاں پیدا کر دی ہیں، اور موجودہ تمدنی وسماجی تغیرات نے جو سوالات اٹھائے ہیں ان کے سلسلہ میں شریعت اسلامی کیا حل پیش کرتی ہے ان کو معلوم کیا جائے اوران سے فائدہ اٹھایا جائے، ہم اس ملک میں جو برصغیر کے دیگر پڑوسی ممالک کی طرح سماجی زندگی کے ملتے جلتے حالات رکھنے والا ملک ہے یہاں کی آبادی متعدد ومتفرق مذہبی لسانی اور ثقافتی اکائیوں پر مشتمل ہے، اوراس پر مستزاد یہ کہ سمندر پار کی سامراجی طاقت نے اپنے دو سو سالہ دور اقتدار میں زندگی کے لئے بعض ایسے مسائل بھی کھڑے کردیئے ہیں جن کے تحت ذہنی سماجی اور تمدنی دائروں میں پیدا ہونے والے سوالات نے بعض ذہنوں پر اثر ڈالا ہے، وہ اثر سماجی وتمدنی زندگی کے بعض پہلوؤں میں شریعت اسلامی کے دیئے ہوئے طریقۂ کار اور بنائے ہوئے طرز عمل سے دور کرنے والا ہے، ہم کو ان پہلوؤں کے متعلق اٹھائے جانے والے سوالات کا شریعت اسلامی کی ہدایات کو سامنے رکھتے ہوئے جائزہ لینا اور قابل حل معاملات کا حل پیش کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کو ایک ہی درخت کی دو شاخوں کی حیثیت سے کی ہے، اور اہمیت وعزت کے لحاظ سے دونوں کو یکساں مقام دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جسمانی ساخت اور اپنی مخصوص ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لحاظ سے ان دونوں کے مابین جو فرق ہے اس کی بھی رعایت رکھی ہے پھر انتظامی دائرے میں دونوں کے منصبوں کی ترتیب بھی قائم کی ہے، جن کا لحاظ کرنا دونوں کے مشترک میدانِ کار میں ضروری فریضہ ہے، یہ مشترک میدان بڑی حد تک عائلی زندگی کا ہے اور فرق ان میں انتظامی اور دونوں ــ میں ـــ ـــ ـــ ترتیب سینئر اور جونیئر کی ہے، جس کو دوسرے لفظوں میں بڑا اور چھوٹا کہا جاسکتا ہے۔ اس ترتیب میں دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کی تحقیر اور دوسرے کی غیر منصفانہ تعظیم نہیں ہے جس طرح بڑے بھائی کے مقابلہ میں چھوٹے بھائی کو چھوٹا بھائی قرار دینا اس کی تحقیر قرار نہیں دی جاتی۔

قرآن مجید نے دونوں کے مابین فرق کے حوالے سے وجہ بیان کی ہے کہ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَكُمْ عَلىٰ بَعْضٍ وَّ بِمَا أنفَقُوْا:

ترجمہ: کیوں کہ اللہ نے بعض کو بعض کے مقابلہ میں زائد حیثیت عطا کی ہے اور اس لئے بھی کہ خرچ کا بوجھ مردوں نے اٹھایا ہے۔ اسی طرح عائلی زندگی میں انتظامی وکفالتی بنیاد پر ایک کو بڑا اور دوسروں کو چھوٹا ماننا بے انصافی نہیں قرار دی جاسکتی ہے۔ چنانچہ مرد کو جسمانی لحاظ سے زیادہ قوی اور عائلی اخراجات کا بوجھ اٹھانے کی بنا پر سینئر (بڑا) اور دوسرے کو جونیئر (چھوٹا) ہی ماننا واقعہ کے مطابق ہے اور یہ ترتیب ہماری تمدنی وسماجی زندگی کے متعدد پہلوؤں میں بھی لائی جاتی ہے کہ گروپ کے متعدد ارکان میں ایک کو ذمہ داری کی بناء پر بڑا قرار دینا ہوتا ہے۔

مرد وعورت کے درمیان جسمانی اور مزاجی لحاظ سے جو فرق ہے اس کے ضمن میں یہ بات بھی سامنے لانے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بچہ کی پیدائش کے وقت سے کئی سال بعد تک اس کی ہمہ وقت نگہداشت کے لئے عورت کو بحیثیت ماں کے زیادہ فعال جذبۂ رحم ورعایت عطا کیا ہے، جس کا بدل محض عقلی سوجھ بوجھ نہیں ہوسکتی اور وہ بچہ کی پرورش کے لئے ماں کی والہانہ فکر کی جگہ نہیں لے سکتی۔ بچہ کی نگہداشت اور فکر جیسے کام کے لئے جذبۂ نرمی وہمدردی کا فطری اور جبلی ہونا ضروری ہے اور وہ بھی اس سطح پر جس کی ضرورت بچہ کی پرورش اور نگہداشت کے لئے مطلوب ہے مرد میں یہ جذبہ کم اور سرسری ملے گا، اسی فرق کو اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کے درمیان رکھا ہے اس فرق کی تعبیر اس طرح بھی کی جاسکتی ہے کہ مرد میں غیر جذباتی انداز اختیار کرنے کی صلاحیت زیادہ رکھی گئی ہے۔ جبکہ عورت میں جذبۂ شفقت ورعایت کا مزاج زیادہ رکھا گیا ہے، اسی طرح رحم وشفقت ورعایت کا یہ مزاج ایسے معاملات میں جن میں خالص عاقلانہ اور غیر جذباتی انداز کی ضرورت ہوتی ہے، کمتر مفید اور کم کامیاب ہوتا ہے اسی کی بناء پر شہادت کے موقع پر ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی شہادت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ تاکہ ایک عورت کی شہادت میں غیر جذباتی ہونے کی جو کمی ہے وہ دوسری عورت کی شرکت سے پوری ہوجائے۔

حضرات وخواتین ملت! مرد وعورت کے مابین مشترکہ زندگی کے بعض پہلوؤں میں شریعت اسلامی نے جو فرق رکھا ہے ان مذکورہ بالا امور کو سامنے رکھتے ہوئے ہی دیکھنا چاہئے ان امور سے ہٹ کر جو معاملہ کیا جاتا ہے اور اس کے جو نتائج ہوتے ہیں وہ دراصل ہم خود انسانوں کی کوتاہی یا خودغرضی اور زیادتی کی وجہ سے ہوتے ہیں، اس کو درست کرنے کے لئے ہم کو ان کا جائزہ بھی لینا ہوگا۔ اور ان کی اصلاح کی کوشش بھی کرنی ہوگی۔

دراصل ہماری عائلی زندگی میں جو متعدد خرابیاں اور زیادتیاں پائی جاتی ہیں ان کا تعلق عموماً شریعت اسلامی کی تعلیمات سے روگردانی سے ہے، ان کا جائزہ لینے پر یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ ایک طرف تو شریعت اسلامی کی روایات کو نظر انداز کردینے کی وجہ سے وجود میں آئی ہیں، دوسری طرف وہ غیر اسلامی سماجوں کی نقل سے پیدا ہوئی ہیں، اور ان کو اسلامی شریعت سے منسوب کرنے کا کام غیر مسلم پروپیگنڈے اور یورپ کی طرف سے عورت کی بے محابا آزادی کی دعوت نے انجام دیا ہے، اسلامی شریعت نے تو عورت کے ساتھ بڑی رعایت اور حفاظت کا انتظام کیا ہے، لڑکی کی پیدائش پر زیادہ خوش ہونے اور زیادہ فائدہ سمجھنے کی ہدایت کی گئی ہے اور لڑکی کی پرورش پر ماں باپ کو زیادہ اجر کی امید دلائی گئی ہے، پھر شادی کا وقت آنے پر ازدواجی تقریب کے تمام اخراجات شریعت نے شوہر کے ذمہ رکھے ہیں، بیوی پر اس سلسلہ میں کوئی اخراجات نہیں رکھے ہیں، تقریب کے اخراجات کے علاوہ مہر کے نام سے ایک وقیع نذرانہ ادا کرنے کی پابندی بھی مرد کے ذمہ رکھی ہے، جس کی رو سے معتد بہ رقم مرد کی طرف سے اپنی بیوی کو شادی کے موقع سے دینا ہوتی ہے، اچھا تو یہ ہے کہ وہ فوراً دی جائے، بصورت دشواری تاخیر سے دینے کا قطعی وعدہ کرنا ضروری ہوتا ہے، اور اس کو ایسا ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اس کی ادائیگی کی نیت اور وعدہ نہ ہو تو نکاح کا عمل بھی صحیح نہیں قرار پاتا اور فطری بات ہے کہ جب مرد ازدواجی تقریب کے اخراجات مع مہر کی رقم کی ادائیگی کی ذمہ داری پوری کرے گا تو اس کا یہ ازدواجی تعلق قیمتی اور مضبوط ہوگا اور وہ اس کو بے تکلف یا عاجلانہ طلاق کے ذریعہ ختم نہیں کرسکتا وہ دس مرتبہ سوچے گا کہ طلاق دینے میں اس کا کس قدر نقصان ہے جب کہ طلاق دینے کے بعد نئے رشتۂ ازدواج کے لئے اس کو دوبارہ اتنے ہی اخراجات کا بار اٹھانا ہے۔

لہٰذا شریعت پر صحیح عمل کرنے میں عاجلانہ طریقہ سے طلاق دینے کا عمل آسان نہیں رہ جاتا۔ نتیجۂ طلاق کا عمل بہت ہی کم اور انتہائی مجبوری کے موقعوں پر ہی وجود میں آئیگا۔ اور مجبوری کے حالات میں طلاق دینے کی گنجائش ہونا انسان کی اہم ضرورت ہے کیوں کہ زوجین کے مابین اگر ناقابل برداشت صورت پیدا ہو جائے تو اگر قاعدہ سے علیحدگی نہیں کی جاتی تو بے قاعدہ اور دوسرے کی جان لے کے یہ علیحدگی وجود میں آئیگی۔ اور بیوی کا معاملہ یہ ہے کہ طلاق ہوجانے پر اس کی ذمہ داری اس کے ماں باپ پر پھر لوٹ آتی ہے۔ ماں باپ نہ ہوں تو اس کے قریب ترین اعزہ پر عائد ہوتی ہے۔

اسلامی شریعت میں بیوی کی تمام انسانی ضروریات کو پورا کرنا تنہا اس کے شوہر کے ذمہ رکھا گیا ہے۔ بیوی کے ذمہ اس سلسلہ کے کوئی

اخراجات نہیں ہیں، اور بیوی کی جو ذاتی آمدنی ہوتی ہے یا وہ جو کچھ میکے سے لائی ہوتی ہے، وہ سب تنہا اس کی ملکیت ہوتی ہے اس پر اس کے شوہر کا کوئی حق نہیں ہوتا ہے سوائے اس کے کہ بیوی اپنے شوہر کو اس میں سے کچھ ہدیہ کردے، عورت پر اپنے اخراجات کے سلسلہ میں پیدائش سے لے کر انتقال تک خود اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی، شادی سے قبل اس کی پوری کفالت اس کے ماں باپ کے ذمہ اور شادی کے بعد اس کے شوہر کے ذمہ ہوتی ہے اس کے لئے عورت کو کسی جدوجہد کی ضرورت نہیں ہوتی البتہ شادی کے بعد وہ اس کے عوض میں اپنے شوہر کے آرام اور پسند کا خیال رکھنے کی پابند ہوتی ہے، شوہر کے مفادات کا لحاظ رکھنے کی بھی اس پر ذمہ داری ہوتی ہے، اور ظاہر ہے کہ ازدواجی تعلق قائم کرنے کے وقت ہی سے دونوں ایک دوسرے کے مفادات کا لحاظ رکھنے کی ذمہ داری تسلیم کر چکے ہوتے ہیں، مذکورہ بالا شکل میں شکایت اگر ہو تو مرد کو ہو سکتی ہے کہ گویا سارا بار اس پر ہے کہ سب اس کو کرنا ہے اور اگر عورت کی کفالت کرنے والا اتفاقاً کوئی نہ رہ جائے مثلاً والدین میں سے کوئی نہ ہو اور شوہر سے بھی اس کا انقطاع ہو گیا ہو تو اس کی فکر اسلامی حکومت کے ذمہ ہے پھر خود عورت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی ضروریات کے لئے تقریباً وہ تمام کام کر سکتی ہے جو شرعی لحاظ سے جائز اور محتاط حدود میں رہتے ہوئے کئے جا سکتے ہوں۔ جائز حدود میں رہتے ہوئے ایسے سب کام وہ شوہر کی کفالت حاصل ہونے کی صورت میں بھی کر سکتی ہے لیکن اس کو اپنے شوہر کی موافقت کے بعد کرنا ہوگا۔ شریعت کی طرف سے اس کی اجازت دی گئی ہے بشرطیکہ اس سے بچوں کی پرورش اور عائلی ضرورتوں کو پورا کرنے میں خلل واقع نہ ہو۔

مزید یہ کہ بیرونی دائرہ میں کسی کام کو اختیار کرنے میں حیا سوز کام اور خلاف شریعت طریقہ اختیار کرنا منع ہے خواہ یہ صورت شادی سے قبل ہو یا شادی کے بعد۔ اسلامی تاریخ بلکہ عہدِ اوّل میں اس کی خاصی مثالیں ہیں کہ عورت نے جائز حدود میں رہتے ہوئے زندگی کے مختلف پہلوؤں میں کام کئے اور مختلف خدمات انجام دی ہیں اور اس کو برا نہیں سمجھا گیا۔

شریعت اسلامی میں طلاق کو مجبوری کا عمل قرار دیا گیا ہے اور اس کے لئے احتیاط کا طریقہ اپنانے کا حکم دیا گیا ہے اس کو شوہر بیوی کے مابین ناقابلِ اصلاح ناچاقی کی صورت میں ایک حل قرار دیا گیا ہے۔ اوّلاً دونوں کے درمیان اصلاح کی کوشش کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بدرجۂ مجبوری دونوں کے مابین علیٰحدگی کی یہ شکل رکھی گئی ہے کہ پہلے دونوں کے خاندانوں میں سے ایک ایک شخص مل کر اصلاح حال کی کوشش کریں، کامیابی نہ ہو تو پھر بہتر یہ ہے کہ بتدریج ایک ایک ماہ کر کے ایک ایک طلاق دی جائے۔ لیکن حالات اگر فوری علیٰحدگی کے متقاضی ہوں تو ایک ہی مرتبہ میں تینوں طلاقیں دی جا سکتی ہیں یہ مرد کے لئے ہے اور عورت کو ضرورت ہو تو وہ قاضی کے توسط سے علیٰحدگی کروا سکتی ہے۔

مذکورہ بالا طریقہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلامی شریعت نے عورت کو پورا حق اور باعزت مقام عطا کیا ہے۔ اس نے اس کو زندگی کے بیشتر پہلوؤں میں جو مساویانہ درجہ دیا ہے اس کی مثال دوسرے مذاہب میں بھی نہیں ملتی، حتیٰ کہ موجودہ ترقی یافتہ تمدنوں میں امریکہ اور یورپ کے ملکوں میں عورت کی آزادی اور مساویانہ درجہ کے جو دعوے کئے جاتے ہیں اور جس کے پروپیگنڈے سے بعض مسلمان خواتین کو اسلامی شریعت کے دیئے ہوئے حقوق کم معلوم ہوتے ہیں، اگر ان کا جائزہ لیا جائے تو عجیب و غریب انکشافات سامنے آتے ہیں وہاں زندگی کے چھوٹے چھوٹے اور خادمانہ کاموں میں زیادہ تر عورت کو لگایا جاتا ہے، اور اس کی کم عمری میں ہی آزادی کے بہانے اس کو سنہرا خواب دکھا کر اس کا ظالمانہ استحصال کیا جاتا ہے پھر شادی ہو جانے پر بکثرت واقعات شوہر کی طرف سے بیوی کو پیٹنے اور ظلم کرنے کے سامنے آتے ہیں، اس میں امریکہ، فرانس، اور دیگر ممالک کے واقعات بڑھے ہوئے ہیں، ان ہی واقعات کے ضمن میں عورت کی طرف سے بھی انتقامی جذبہ کے متعدد واقعات سامنے آتے رہتے ہیں، کہ اس نے شوہر سے ناراض ہو کر خاص ملاقات کے اوقات میں شوہر کو قتل کر دیا، شوہر کی طرف سے بیوی کے مصارف برداشت کرنا تو اس تمدن کی زندگی میں کم سے کمتر ہو گیا ہے چنانچہ شوہر کی طرح بیوی کو بھی مصارف کے حصول کے لئے الگ سے کام کرنا ضروری ہوتا ہے، مزید یہ بات بھی ہے کہ ایک کی دوسرے کے ساتھ محبانہ وابستگی بھی تقریباً ختم ہو گئی ہے، دونوں اپنی اپنی دلچسپی کے لئے اپنے اپنے دوست بنا لیتے ہیں، اس میں دوسرا دخل نہیں دیتا پھر دونوں رضاو

رغبت سے کسی سے بھی جوڑ کر لیں اس کو قانون بھی نہیں منع کرتا، اس کی وجہ سے عام طور پر وہاں میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور صورت حال ناقابل برداشت ہونے پر سوائے طلاق کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ سے وہاں طلاق کا تناسب مشرق کے مقابلہ میں زیادہ اور مسلمانوں کے معاشرہ کے مقابلہ میں تو بہت ہی زیادہ ہے، ہمارے مشرقی معاشرے میں اس کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔

اور جہاں تک تعدد ازدواج کا تعلق ہے تو اس کی اجازت بھی شریعت اسلامی نے جنسی انارکی اور آزادانہ مرد و زن کا تعلق جس سے عائلی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے روکنے اور عائلی نظام کو منضبط رکھنے کے لئے دی ہے، تعدد ازدواج کا اسلامی قانون ایسی خرابی کو روکتا اور عائلی زندگی کو شائستہ بناتا ہے۔

اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اسلام پر تعدد ازدواج کے نام سے اعتراض کیا جاتا ہے جب کہ جائزہ بتاتا ہے کہ تعدد ازدواج غیر مسلم معاشروں میں مسلم معاشرہ کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

اور رہا غیر قانونی تعدد ازدواج تو وہ غیر مسلم معاشرہ میں خاص طور پر امریکہ و یورپ میں بہت عام ہے، وہاں شاید ہی کوئی مرد ہو جو اپنی بیوی کے علاوہ متعدد خواتین سے فائدہ نہ اٹھاتا ہو، وہاں ناجائز جنسی عمل کو، اگر دونوں فریق رضامند ہوں، تو بالکل جائز سمجھا جاتا ہے، اور اگر اس کو قانونی حدود میں لا کر اختیار کیا جائے تو تعدد ازدواج کے عنوان سے وہ جرم قرار پاتا ہے۔ دراصل ان متمدن ملکوں میں جو آزادیٔ نسواں کا نعرہ لگاتے رہتے ہیں اور مساوات مرد و زن کے بڑے دعویدار ہیں عورتوں کا جو استحصال ہے اور ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی جو مقدار ہے وہ ان کے دعوی کو سراسر دھوکہ ثابت کرتی ہے۔

اس سلسلہ میں امریکہ کو لے لیجئے جو عورت کی آزادی اور مساوات کا سب سے بڑا داعی ہے، وہاں زندگی کے چھوٹے کاموں کے لئے عورت کو مخصوص کر لیا گیا ہے، ہوٹلوں میں خدمت ہو، دفتروں کی معمولی کلرکی ہو، افسروں کی معاونت ہو، حتی کہ جوتوں میں پالش لگانے اور ٹیکسیوں کی ڈرائیوری اور طرح طرح کے محنت کے کام عورتوں سے لئے جاتے ہیں، اور بلند اور معزز مناصب میں باوجودیکہ عورتوں کو بھی تعلیمی لحاظ سے پورا امتیاز حاصل ہوتا ہے، بہت کم موقع دیا جاتا ہے، وہاں گذشتہ صدی کی ساتویں دہائی کے ایک جائزہ سے جو اعداد و شمار ملے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

ملک کے ۲۲۹ کلیدی مناصب میں صرف ۳۰ منصب عورتوں کو حاصل ہوئے، یعنی صرف ۱۳ فیصد۔

اور غیر قانونی تعدد ازدواج کا فائدہ اٹھانے والوں کے سلسلہ میں حسب ذیل وضاحت پائی گئی، امریکی معاشرہ ایک کھلا معاشرہ ہے، صرف دس فیصد عصمت دری کے واقعات درج کرائے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

اوسطاً ہر سال ایک لاکھ تیس ہزار عورتوں کی عصمت دری کی جاتی ہے، آبادی کے ۲۶ فیصد مرد اور ۵۰ فیصد عورتیں شادی کے بعد بھی چالیس سال کی عمر تک دوسروں کے ساتھ جنسی عمل میں مصروف رہتے ہیں، رسالہ ٹائم ۱۷/ اکتوبر ۱۹۹۴ء کے جائزہ کے مطابق ۲۰ فیصد امریکی شادی شدہ مرد ایک فیصد دیگر عورت سے، ۲۱ فیصد دو سے چار تک سے، ۲۳ فیصد ۵ سے ۱۰ تک سے، ۱۶ فیصد ۱۱ سے ۲۰ تک سے، ۷ فیصد ۲۱ سے زیادہ عورتوں سے جنسی تعلقات رکھتے ہیں، اس کے بعد بھی اسلام کا تعدد ازدواج بدنام ہے جس میں شرائط اور تعداد کی حد بندی کے ساتھ اجازت دی گئی ہے۔

اگر کسی کی بیوی بیوی کی حیثیت سے مرد کی ضرورت کے لائق نہیں رہی تو وہ اگر قانونی بندھن کے ذریعہ اپنا مقصد حاصل نہ کر سکے گا جس میں وہ شریفانہ اور معقول پابندیوں سے گھرا ہوگا تو پھر عصمت دری یا مغربی نظریہ کے مطابق برضا و رغبت جہاں اور جو چاہے گا کرے گا۔

مغربی روشن خیال معاشرے میں آزادی اور عورتوں کے حقوق کے نام پر جو خاندانی ابتری اور بربادی کے واقعات بڑی تعداد میں سامنے آرہے ہیں ان سے ہم کو بھی سبق لینا ہے۔

مذکورہ بالا صورت حال آج کی متمدن دنیا کی عائلی اور اخلاقی زندگی کے متعلق شائع ہونے والے جائزوں سے سامنے آئی ہے، اس کے مقابلہ میں اسلام نے مرد و عورت دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا جو ذمہ دار بنایا ہے، اور پیچیدہ حالات کا جو حل پیش کیا ہے، وہ ایک دوسرے کے لحاظ اور آپس میں محبت پر مشتمل ہے،

جس کو خود مسلمانوں کے اپنے بگڑے ہوئے سماج کی خرابیوں اور مغرب کی آزادی، اور مساوات کے غیر فطری نعروں کے اثر نے ایک حد تک خراب بھی کیا ہے ہم کو اولاً ان کی درستگی کی فکر کرنا چاہئے، اور اس کے بعد اگر کسی معاملہ میں کوئی نا استواری محسوس ہو تو اس کو واقفین شریعت سے ان کی واقفیت کے دائرہ میں حل کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے اس سیمینار میں عورت و مرد کے حقوق اور عائلی زندگی کے معاملات میں محسوس کی جانے والی کمزوریوں اور زیادتیوں کے بارے میں جو معاشرے کی کوتاہیوں کی بنا پر ہوتی ہے اولاً اسلام کی ہدایات اور اس کی دی ہوئی رعایتوں کو سامنے رکھتے ہوئے غور کرنا چاہئے اور ان کے ازالہ کی تدابیر جو ہوسکتی ہوں ان کو زیر غور لانا چاہئے، ان تدابیر میں ایک اہم تدبیر اصلاح معاشرہ کی بھرپور کوشش ہے کہ اولاً شریعت اسلامی کی ہدایات پر عمل ہو، اور مسلمان عوام کو شریعت کی رہنمائی اور اجازتوں سے روشناس کرانے کی کوشش ہو جو کہ افسوس ہے کہ روشن خیال طبقے کی بے توجہی اور جاہل طبقہ کی جہالت کی وجہ سے نظر انداز ہو رہی ہے، تیسرے اسلام مخالف طبقات کی طرف سے اسلامی شریعت کی شبیہ بگاڑنے کی جو کوششیں ہو رہی ہیں ان کا پردہ فاش کرنے کی کوشش ہو، تاکہ اسلامی شریعت کے بارے میں غلط فہمی دور ہو۔ اس کے بعد عہد جدید کے تقاضوں سے کوئی نئی بات جو شریعت اسلامی کی تشریحات میں تا حال نہیں مل رہی ہو شریعت اسلامی کے ماہرین کے ذریعہ حاصل کی جائیں اور اس بات کو پوری طرح پیش نظر رکھا جائے کہ مسلمان کے مسلمان ہونے کی یہ شرط ہے کہ قرآن و حدیث سے اگر کوئی حکم ثابت ہے تو خواہ اپنی پسند اور مرضی کے خلاف ہو ماننا لازمی ہے مسائل کا حل اس کو مانتے ہوئے کرنا ہوگا۔

بہر حال امید ہے کہ ہمارا یہ سیمینار واقعی غور کے قابل پہلوؤں کو زیر غور لائے گا، اور اس طرح ایک بہت اچھے طرز عمل کا آغاز ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں ہماری محترم خواتین کی حق شناسی اور معاملہ فہمی اصلاح حال کا ماحول پیدا کرنے میں معاون بن سکے گی۔ اس سلسلہ میں ہمارے علماء اور مصلحین امت کی ذمہ داری کچھ زیادہ ہے کیوں کہ ان کو شریعت کا علم زیادہ ہے۔ بہر حال ہم سب مل کر توجہ دیں تو انشاء اللہ اچھے نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔

ورودِ مسعود سرکارِ دو عالم ﷺ

رباب رشیدی

سحر کا رنگ پھیکا تھا مرے سرکارؐ سے پہلے ۔۔۔ ہر اک آئینہ دھندلا تھا مرے سرکارؐ سے پہلے
غمِ دل بے مداوا تھا مرے سرکارؐ سے پہلے ۔۔۔ کہاں کوئی سہارا تھا مرے سرکارؐ سے پہلے
قیامت کا اندھیرا تھا مرے سرکارؐ سے پہلے

مکمل رہبری کب تھی مرے سرکارؐ سے پہلے ۔۔۔ شریعت آخری کب تھی مرے سرکارؐ سے پہلے
اخوت باہمی کب تھی مرے سرکارؐ سے پہلے ۔۔۔ مسرت دائمی کب تھی مرے سرکارؐ سے پہلے
حقیقی زندگی کب تھی مرے سرکارؐ سے پہلے

مرے سرکارؐ آئے بجھتی آنکھوں میں چمک آئی ۔۔۔ سلاموں کی صدا آئی، درودوں کی مہک آئی
زمین پر راہ میں آنکھیں بچھانے کو دھنک آئی ۔۔۔ خوشی صہبائے شبنم بن کے پھولوں سے چھلک آئی
دعاؤں میں اثر آیا، سحر تعبیر تک آئی

ورودِ رحمۃ للعلمین انسان کی مخدومی ۔۔۔ ورودِ رحمۃ للعلمین باطل کی محرومی
ورودِ رحمۃ للعلمین تسکین مظلومی ۔۔۔ ورودِ رحمۃ للعلمین فطرت کی منظومی
ورودِ رحمۃ للعلمین ظلمت کی معدومی

حضورؐ آئے نئی صبحوں کا روشن کارواں لے کر ۔۔۔ حضورؐ آئے جمال روح کی رعنائیاں لے کر
حضورؐ آئے عزائم کی متاعِ جاوداں لے کر ۔۔۔ حضورؐ آئے عمل کے راستے میں کہکشاں لے کر
حضورؐ آئے زمیں پر سطوت ہفت آسماں لے کر

حضورؐ آئے یتیموں نے سہاروں کی فضا پائی ۔۔۔ حضورؐ آئے اندھیروں نے امیدوں کی ضیا پائی
حضورؐ آئے ضعیفوں نے نویدِ جاں فزا پائی ۔۔۔ حضور آئے غریبوں نے کرم کی انتہا پائی
حضورؐ آئے تو مایوسوں نے جینے کی ادا پائی

سلام ان پر کہ جن کے ذکر کو بخشی گئی رفعت ۔۔۔ سلام ان پر کہ جن کا نام نامی عرش کی زینت
سلام ان پر ملک کرتے ہیں جن کی رات دن مدحت ۔۔۔ سلام ان پر خدا کے بعد ہیں جو سب سے باعظمت
سلام ان پر کہ جو خلق مجسم، پیکرِ رحمت

(دوسری و آخری قسط)

ارادۂ الٰہی اور مادی اسباب

کے سلسلے میں

انبیاءؑ اور ان کے مخالفین کا فرق

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت موسیٰؑ کا واقعہ، تنگ اور محدود مادی ذہنیت کے لئے چیلنج

قصۂ حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت موسیٰؑ کا قصہ بھی اس عقل مادی کے لئے ایک کھلے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے جو اسباب و حوادث کو خود مختار، ابدی اور جامد قانون سمجھتی ہے اور ایسی قاہر طاقت خیال کرتی ہے، جو حاکم ہیں، محکوم نہیں۔

یہ قصہ ان لوگوں کو بڑی آزمائش میں ڈال دیتا ہے، جن کی فکر و نظر ماورائے اسباب یا اسباب سے اوپر نہیں جاتی یہاں میں اپنے ایک سابق مقالے سے مدد لوں گا جس میں حضرت موسیٰؑ کے قرآنی قصے اور اس کی عبرت و بصیرت کا جائزہ لیا گیا تھا۔ اس میں کہا گیا تھا:-

"حضرت موسیٰؑ مصر کے ایک تاریک اور گھٹے ہوئے ماحول میں پیدا ہوتے ہیں جو بنی اسرائیل کو پورے طور پر گھیر چکا اور ان کے لئے نجات کے تمام راستے بند کر چکا تھا، حال مایوس کن، مستقبل تاریک، تعداد تھوڑی، وسائل معدوم، قوم بے عزت، دشمن بالادست، حکومت ظالم، یہ چیزیں ان کی راہ میں حائل تھیں نہ کوئی ان کا دفاع کرنے والا تھا، نہ کوئی بچانے والا، بنی اسرائیل کی حیثیت اس قوم کی سی تھی جس کا انجام معلوم و طے شدہ ہو اور وہ بدبختی اور فنا کے لئے پیدا ہوئی ہو۔ ان حالات میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوتے ہیں اور ان کی ولادت و زندگی فلسفۂ اسباب اور وقت کے نظام کے لئے سراپا چیلنج ثابت ہوتی ہے فرعون نے چاہا کہ وہ پیدا نہ ہوں مگر وہ پیدا ہو کر رہے، اس نے خواہش کی کہ زندہ نہ رہیں مگر زندہ بھی رہے اور لکڑی کے ایک بند صندوق میں دریائے نیل کے گہرے پانی میں معجزانہ طور پر زندہ رہے۔

آپؑ دشمن کی گود میں پرورش پاتے اور قاتل کی حفاظت میں پروان چڑھتے ہیں۔

آپؑ بھاگتے اور نجات پاتے اور ایک درخت کے سائے میں محزون و لاچار ہو کر جا بیٹھتے ہیں اور پھر معزز نہانی، اور پسند کی شادی سے متمتع ہوتے ہیں اہل و عیال کے ساتھ روانہ ہوتے ہیں راستے میں ناواقفیت اور رات کی تاریکی سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بیوی کو ولادت پیش آتی ہے، اور ان کے لئے آگ کی تلاش ہوتی ہے، اور وہ ایسا نور پالیتے ہیں جس کے ذریعہ بنی اسرائیل کی قسمت چمک جاتی ہے اور عالم راہ یاب ہو جاتا ہے نبی ایک عورت کی ضرورت اور مدد کا سامان ڈھونڈتا ہے تو وہ پوری انسانیت کی مدد اور ضرورت کا سامان پا لیتا ہے اور نبوت و پیمبری سے سرفراز کر دیا جاتا ہے

وہ فرعون کے خدم و حشم سے بھرے ہوئے دربار میں داخل ہوتے ہیں، حالانکہ وہ کل مطلوب و مفرور ملزم کی حیثیت میں تھے جس پر فرد جرم لگ چکی اور مقدمہ دائر ہو چکا تھا، اور ان کی زبان میں لکنت اور ارادوں میں تذبذب تھا۔ لیکن آج وہ فرعون اور فرعونیوں کو اپنی دعوت و ایمان، اور حجت و بیان سے مغلوب کر لیتے ہیں۔ اور فرعون ساحروں کی مدد سے اعجاز موسوی کو دبانا چاہتا ہے، جسے وہ ایک کرتب اور جادو سمجھتا ہے، لیکن ساحر عاجز اور قائل ہو جاتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں:-

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ۔ (الشعراء ۴۷-۴۸)

ہم رب العالمین رب موسیٰ و ہارون پر ایمان لائے۔

انہیں اسرائیلوں کو لیکر راتوں رات ظلم کی سرزمین سے نجات کی سرزمین کی طرف

کوچ کا حکم ملتا ہے اور فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کرتا ہے، صبح جب ہوتی ہے تو حضرت موسیٰ سمندر کو اپنے سامنے ٹھاٹھیں مارتے دیکھتے اور دشمن کو اپنے پیچھے یلغار کرتے دیکھتے ہیں اور سمندر میں گھس پڑتے ہیں، سمندر دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور ہر ٹکڑا ایک بڑے پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے، حضرت موسیٰ اور قوم سمندر پار کر لیتی ہے۔ ان کے دیکھا دیکھی فرعون بھی اپنی فوج کے ساتھ سمندر میں اترتا اور غضب ناک سمندر کا لقمہ بن جاتا ہے، اس طرح فرعون اور اس کی قوی جماعت ہلاک ہوتی اور بنی اسرائیل کی محتاج اور کمزور قوم ان کی جگہ لیتی ہے۔

وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا ۖ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ. (الاعراف: ۱۳۷)

اور ہم نے اس قوم کو زمین کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت دی ہے، مالک بنا دیا جو کمزور بنا دی گئی تھی، اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل کے لئے پوری ہو کر رہی۔ ان کے صبر کے نتیجے میں، اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی کارستانیوں کو مٹا کر رکھ دیا اور جو کچھ وہ انگور کی بیلیں چڑھاتے تھے۔

قصۂ حضرت یوسفؑ اور معروف طریقوں سے اس کی دوری

حضرت یوسفؑ کا قصہ بھی اپنی ندرت و غرابت اور حوادث کے متعین طبعی اسباب، قانون اور علت و معلول کے نام نہاد قانون کی کار فرمائی کے خلاف ایک تاریخی شہادت ہے، انھیں بھائیوں کے حسد اور فریب، کنویں کی اندھیاری میں ایک مدت تک قیام، قافلہ والوں کی غلامی سے سابقہ پڑا جس میں ہلاکت، تکلیف، اور بے عزتی کا قوی اندیشہ تھا، لیکن وہ ان سب سے صحیح سالم بچ نکلتے اور زندہ رہتے ہیں۔

انھیں عصمت و عفت، وفاداری اور شرافت کا ایک سخت امتحان دینا پڑتا ہے، جس میں وہ قومی محرکات اور تہییجات، حسن و شباب اور فریق ثانی کی طرف سے طلب و اصرار (جسے اقتدار بھی حاصل تھا اور جس کا ان پر احسان بھی تھا) سے دوچار ہوتے اور سنگین الزام اور اخلاقی جرم میں اس زمانہ میں جیل میں داخل ہوتے ہیں جبکہ وہ جرم کی علامت تھی، اور جہاں اخلاقی مجرم ہی رکھے جاتے تھے، وہ قیاس آرائی اور شہر میں پھیلی ہوئی افواہوں کا پسندیدہ موضوع بھی بن جاتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ سب اپنے شہر سے دور اس جگہ ہوتا ہے بلکہ ان کا اس قوم سے تعلق ہے، جس سے مصری شدید نفرت و حقارت کا برتاؤ کرتے تھے، اور اسرائیلی ہونے کے معنی تھے کہ عزت و اقتدار میں اس کا کوئی حصہ نہیں، ان پر ایک ایسی نسل سے ہونے کا جنم داغ ہے جس کے لئے غلامی مقدر ہو چکی ہے۔ یہ سب حادثات ان کی گم نامی و بدنامی، اور ہر عزت و اعتماد سے محرومی، اور مصری معاشرے کے کسی بھی معزز و محترم مقام (چہ جائیکہ حکومت و سیادت و منصب جلیل جس کے حقدار صرف شرفاء ہی تھے) محرومی کا سبب ہو سکتے تھے نہ کہ اس کے بعد وہ مصر کے بادشاہ ہوتے اور ان کے فیصلے نافذ ہوتے اور لوگوں پر ان کا رعب و ادب ہوتا، لیکن اس کے برعکس لوگوں نے کھلی آنکھوں سے حضرت یوسفؑ کو مصر کے تخت حکومت پر بیٹھتے اور اقتدار سنبھالتے دیکھا۔

وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (یوسف: ۵۶)

اور اس طرح ہم نے زمین پر یوسف کے قدم جمائے کہ وہ جہاں چاہے رہ سکے، ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت پہونچا دیتے ہیں اور نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

قصۂ یوسفؑ اور سیرت نبویؐ میں مماثلت

خاتم النبیینؐ اور قریش کے وہ افراد جو ان پر ایمان لائے اور جنھوں نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے تھے، وہ بھی ایسے ہی تاریک حالات و مشکلات سے دوچار تھے اور انھیں بھی تعداد کی کمی، موقف کی کمزوری، اسباب کی نایابی۔ خاندان کی ملامت اور قوم کی شدید مخالفت و مقاطعہ، گھراؤ، دباؤ اور راہ خدا سے بندش، اور مومنین کی مظلومیت (جنھیں وہ بددین، اور احمق کہتے تھے) رسولؐ کے قتل کی سازش، مستقل خوف و خطرہ کا سامنا تھا، جس کا قرآن سے زیادہ معنی خیز بیان اور اس سے بہتر تصویر کشی ممکن نہیں۔

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ (انفال: ۲۶)

وہ وقت یاد کرو جب تم بہت تھوڑے اور زمین میں کمزور و ضعیف تھے اور تمہیں ڈر لگا رہتا تھا کہ لوگ تمہیں کہیں اچک نہ لیں۔

لہ مصنف کے عربی مضمون "ثورۃ فی التفکیر" سے ماخوذ جو اس نے عربی کے نامور رسالہ "المسلمون" کے لئے لکھا تھا۔

رسول اللہؐ کو مدد غیبی اور عظیم مستقبل کی بشارت

ان تاریک حالات میں جو نہ کوئی امید بندھاتے اور نہ کسی مستقبل کی بشارت دیتے ہیں اور نہ جن میں روشنی کی کوئی کرن دکھائی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ سے حضرت یوسفؑ کا قصہ بیان کیا۔ رسول اللہؐ کی سیرت قصۂ یوسفؑ سے بہت ہی مشابہ ہے قبیلۂ قریش کے معاملات برادران یوسف کے معاملات کے ہم شکل نظر آتے ہیں یہاں بھی شروع میں حسد اور جنگ سے آغاز ہوتا ہے، اور آخر میں اس کی انتہا اعتراف، تعظیم اور ندامت پر ہوتی ہے ابتداء دوری اور قطع تعلق سے اور جور و ستم سے ہوتی ہے۔ اور انتہا، تسلیم، اور التجائے رحم پر ہوتی ہے۔

حضرت یوسفؑ کے سلسلہ میں کنویں کی تاریکی اور ہجرت نبویؐ میں غار ثور کا مرحلہ اور ابن یعقوبؑ کی داستان میں قید و بند کا باب ابن عبد المطلب کی سیرت کے شعب ابی طالب والے باب ایک دوسرے کے بہت مشابہ ہیں۔ دونوں کے دشمنوں کی طرف سے یہ اعلان و اظہار یکساں ہے کہ:۔

تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ (یوسف: ۹۱)

بخدا اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور ہم ہی خطاوار تھے۔

اور دونوں سرداروں نے قوم کو یکساں اور نرم و شریفانہ جواب ہی دیئے۔

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (یوسف: ۹۲)

آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم والا ہے۔

قرآن نے اس عظیم قصے کو اس طرح شروع کیا ہے:۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ۔ (یوسف: ۳)

ہم آپ سے ایک بہترین قصہ کہنے جا رہے ہیں اس سبب سے کہ ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے۔ اور اگرچہ آپ اس سے پہلے غافلوں میں تھے۔

اور قصہ کو ختم اس طرح کیا گیا ہے:۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (یوسف: ۱۱۱)

ان کے قصہ میں اہل عقل کے لئے عبرت ہے یہ کوئی گڑھی ہوئی بات نہیں، بلکہ اپنے سے سابق قصہ کی تصدیق اور ہر چیز کی تفصیل اور مومن قوم کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

اس طرح یہ سورۃ مکہ کے بوجھل اور تاریک ماحول میں اتر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک عظیم و تابناک اور شاندار مستقبل کی بشارت ثابت ہوئی گویا حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ آپ کا قصہ ہے، اور مخالف ماحول میں کنایۃً صراحت سے ہمیشہ بلیغ مانا گیا ہے۔

انبیاءؑ کی کامیابی اُمت کی کامیابی

پھر اللہ نے آنحضرتؐ سے حضرت موسیٰؑ اور فرعون اور اس کے ساتھیوں کا قصہ بیان کیا ہے جو قصہ سورۂ قصص میں آیا اس میں حضرت موسیٰؑ کی کامیابی اور فرعون کی چالوں سے آگاہی اور سلامتی اور رسالت عظمیٰ اور نبوت سے سرفرازی (جب کہ وہ صرف اپنی زوجہ کے تاپنے کے لئے آگ کی تلاش میں تھے) دشمن کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات کا بیان ہوا ہے، یہ حضرت یوسفؑ کے قصے اس کے سوا بالکل مشابہ ہے کہ اس میں بنی اسرائیل کی نجات، ان کی کامیابی اور سیادت کا قصہ زائد طور پر بیان ہوا ہے۔

اس قصہ کا افتتاح ایک بڑی معرکہ آرا تمہید کے ساتھ ہوا ہے، جس میں قریشی مخالفین کے دل دہلا دینے اور اس کمزور مومن جماعت کے مستقبل کے تصور سے مرعوب کر دینے کیلئے کافی سامان ہے، جسے قریشی خاطر میں نہیں لاتے تھے اور اسے نگل جانے کی فکر میں تھے۔ فرمایا گیا:۔

طسم ۝ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ نَتْلُو عَلَيْكَ مِنْ نَبَإِ مُوسَىٰ وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ (القصص: ۱تا۶)

یہ کھلی کتاب کی آیتیں ہیں، ہم آپ کو موسیٰ و فرعون کا ٹھیک ٹھیک قصہ مومن قوم کی خاطر سنا رہے ہیں، فرعون نے زمین (مصر) میں بڑا بننے کی کوشش کی اور اس کے

باشندوں کو تقسیم کر دیا، اور ایک طبقہ کو اس نے کمزور کرنا شروع کر دیا۔ وہ ان کے لڑکوں کو قتل کر دیتا اور لڑکیوں کو چھوڑ دیتا تھا۔ وہ مفسدوں میں سے تھا۔ ہم خاص طور پر ان لوگوں پر احسان کرنا چاہتے ہیں جو زمین میں کمزور بنا دیئے گئے ہیں اور انھیں امام اور وارث بنا دینا، اور زمین پر ان کے قدم جما دینا چاہتے ہیں اور فرعون و ہامان اور ان کے لاؤ لشکر کو جس انجام بد سے وہ ڈرتے تھے اسے دکھا دینا چاہتے ہیں۔

داعیوں اور مومن وصالح کام کرنے والوں کے لئے قوت و اعتماد کا سرچشمہ

یہ بلیغ و مؤثر قصے قلب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تقویت و تسلی کے لئے ہوتے تھے جیسا کہ فرمایا گیا:۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ (ہود: ١٢٠)

اور رسولوں کی خبروں میں سے ہم ہر وہ خبر آپ کو دیتے ہیں جس سے آپ کے قلب کو تقویت دیں اور آپ کے پاس اس سلسلہ میں حق اور مومنین کے لئے نصیحت اور یاد دہانی آچکی ہے۔

یہ سچے قصے داعیوں اور منہاج نبوت پر کام کرنے والوں، اور ایمان و عمل صالح اور تقویٰ کی طرف بلانے والوں، مصیبت پر صبر کرنے والوں، جہاد پر قائم رہنے والوں، اور اللہ کے راستہ میں جاگنے والوں کے لئے ہمیشہ قوت و ثابت قدمی کا اور روشنی پیدا کرنے والی امید، فوز و فلاح اور مخالفوں کے مقابلہ پر فتح و ظفر کے قوی یقین کا سرچشمہ و خزانہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے قصہ میں فرمایا ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا ۖ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ (الاعراف: ١٣٧)

اور بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کے نتیجہ میں آپ کے رب کی اچھی بات پوری ہوئی اور جو فرعون اور اس کی قوم کر رہی تھی، اور جو وہ بیلیں چڑھاتے تھے اسے ہم نے نیست و نابود کر دیا۔

اور یوسفؑ نے اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ نمایاں کامیابیوں کی توجیہ کرتے ہوئے فرمایا۔

قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (یوسف: ٩٠)

کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر احسان کیا، جو بھی تقویٰ اور صبر اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

یہ جان لینا چاہئے کہ یہ اللہ کی وہ سنت ہے، جس میں کبھی استثناء نہیں ہوتا اور انبیاء کے منہاج و طریقہ پر دعوت اور کوشش، ایمان و عمل و صالح، صبر و طاعت اور اچھی و پاکیزہ سیرت ایسا مبارک درخت ہے، جو خدا کے حکم سے ہمیشہ سدا بہار اور ثمر دار رہتا ہے، اور ایک کمزور ترین فرد بھی ان صفات کے ذریعہ قوی ہو جاتا ہے، اور کوئی بھی اقلیت اگر ان اخلاق فاضلہ کی حامل ہو تو وہ اکثریت ہے۔

كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (البقرہ: ٢٤٩)

کتنی ہی چھوٹی جماعتیں، بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (آل عمران: ١٣٩)

نہ ہمت ہارو اور نہ غمگین ہو، تمہیں سربلند ہو گے اگر تم مومن ہو۔

یہ قصے نسل در نسل قوت و عبرت کا سرچشمہ، اپنے قوی ایمانی طرز اور اس کی دلیل ہونے کی وجہ سے بنے رہے کہ انبیاء کی دعوت ہی کو فتح و ظفر ملتی ہے اور اللہ کو پسندیدہ سیرت و صفات ہی کے ساتھ فوز و فلاح وابستہ ہیں، خواہ اس کے اسباب کتنے ہی مخالف، اس کی مخالف قوتیں کتنی ہی نبرد آزما اور مادی طور پر اس دعوت کے حامل کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ (آل عمران: ١٣)

تمہارے لئے ان دو جماعتوں میں نشانی تھی ایک جماعت تو اللہ کی راستے میں جہاد کر رہی تھی۔ اور دوسری کافر تھی۔ اور وہ مسلمانوں کو چشم دید طور پر اپنے سے دوگنا دیکھ رہی تھی، اور اللہ اپنی مدد سے جس کی چاہتا ہے تائید کرتا ہے۔ اس میں عقل والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

انبیاء کی دعوت پر ایمان یا پھر ہلاکت و تباہی

انبیاء کی سیرت جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کبھی تفصیل اور کبھی اجمال کے ساتھ بیان کیا ہے اور بہ تکرار اس کا ذکر کیا ہے، اس کے درمیان ایک ایسا متفقہ نقطہ پایا جاتا ہے جس میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا اور

وہ ہے ان کا تمام رکاوٹوں کے باوجود کامیاب اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں کامراں ہونا۔ اور اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں، یا تو یہ مخالفین ایمان لے آتے اور ان کی دعوت قبول کر لیتے اور اس کے مخلص فدائی بن جاتے ہیں، یا پھر ہلاک اور تباہ و برباد کر دیئے جاتے ہیں۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الانعام: ٤٥)

پھر کٹ گئی جڑ ظالموں کی اور سب تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔

انفرادی اور قومی مصالح کی کوئی قیمت نہیں

جو دعوت انسانیت کی سعادت و نجات کا مدار ہے، اس کی عند اللہ یہ قیمت ہے کہ اس کے لئے نوامیس فطرت اور قوانین قدرت بھی توڑ دیئے جاتے ہیں۔ اور اس کے لئے وہ کچھ کیا جاتا ہے جس کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور فردی یا اجتماعی مصلحتیں یا سیادت و غلبہ کی خواہش اور وہ بے معنی قیادتیں جو نہ خیر کو اٹھاتیں اور نہ شر کو گراتی ہیں، اور ان سے اسلام و انسانیت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اور ان کا شر و فساد اور کفر و فسق کی طاقتوں سے کوئی جھگڑا نہیں، ان کی ساری دوڑ دھوپ اور لڑائی اس کے لئے ہوتی ہے کہ ہونے والے تمام گناہ اور فساد ان کی نگرانی، سرپرستی اور ان کے سایۂ اقتدار میں ہوں جن کا فائدہ انھیں پہنچے، تو ایسی انفرادی و اجتماعی کوششوں کی اللہ کے یہاں کوئی قیمت اور مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں اور اللہ کو اس کی کچھ پروا نہیں کہ وہ کس وادی میں مرتی اور کون سا دشمن ان پر غلبہ پاتا ہے، اور ان کا خاتمہ کب ہوتا ہے۔

ایسی ہی کوششوں کے مقابلے میں سرکش وجابر اور بے رحم بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوتی اور ایسے مشکلات و مسائل سامنے آجاتے ہیں جن کی ابتداء و انتہا معلوم نہیں ہوتی۔

ایک پھیلا ہوا غلط خیال

آج مسلم قوموں اور عالم اسلامی میں یہ خیال مقبول و مروج ہے اور اس پر سب کا ایمان راسخ ہے کہ سیرت و اخلاق کے مقابلے میں مادی طاقت ہی فیصلہ کن میزان اور معیار ہے بہت سے اچھے اچھے دینداروں حتیٰ کہ دین کے داعیوں کا بھی نعرہ ہو گیا ہے کہ "مادی طاقت سب سے پہلے"۔

یہی وہ طریقۂ فکر ہے جس کا ابطال و تردید انبیاء و مرسلین کی سیرت، ان کے ساتھ پیش آنے والے حوادث اور ان کے ہاتھ سے ظاہر ہونے والے عجائب و معجزات، ان پر اللہ کی نصرت، فتح کے انعام اور ان کے دشمنوں سے انتقام میں موجود ہے۔

یہاں ایک بار پھر اپنے رسالہ "ثورۃ فی التفکیر" سے ایک اقتباس مستعار لیتا ہوں۔

"ایک طویل مدت سے ہم اپنی ذات اپنی قیمت و حیثیت کو (دنیا کے نقشہ میں) مادی "طاقت" "صلاحیت" "وسائل" "خام مواد" "ملکی پیداوار" "عددی طاقت" "جنگی پوزیشن" سے تولنے اور ناپنے کے عادی ہو گئے ہیں اور ہم کہیں اپنا پلڑا بھاری اور کہیں ہلکا پاتے ہیں اور اس سے خوش یا افسردہ ہوتے ہیں۔

ایک عرصے سے مغرب کی قیادت و سیادت پر ہمارا ایمان سا ہو گیا ہے، اور گویا ہم نے مان لیا ہے کہ یہ تقدیر مبرم، امر محکم اور اٹل قانون ہے، جس میں کوئی تبدیلی اور انقلاب نہیں آسکتا، اور اس طرح وہ قدیم مثل پھر زندہ ہو گئی کہ اگر تم سے کہا جائے کہ تاتاریوں نے کہیں شکست کھائی تو بھی اس کو باور نہ کرنا۔

ہم اب مغربی اقتدار اور مغرب کی قائدانہ صلاحیت کو چیلنج کرنے کے بارے میں کبھی سوچتے بھی نہیں، اور اگر کبھی "علم و تحقیق" سے آنکھ بچا کر اور عقل و فہم کو نظر انداز کر کے سوچتے بھی ہیں تو ہم اپنے وسائل و امکانات جنگی طاقت، اسلحہ کی پیداوار اور ایٹمی طاقت کی پوزیشن کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم کو ناامیدی اور بدفالی گھیر لیتی ہے اور ہمیں یقین ہو چلتا ہے کہ ہم محکومی و غلامی زندگی کے دھارے سے دور رہنے، مغرب کا دست نگر اور دو بڑی طاقتوں میں سے کسی ایک سے وابستہ رہنے ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔"[1]

ایمان و اطاعت مومن کا ہتھیار اور کامیابی کی کنجی

لیکن اللہ نے قرآن میں انبیاءؑ کی سیرت اور ان کے دشمنوں کا جو انجام بتایا اور جس کی ہم نے اپنے مقالے میں کچھ درخشندہ مثالیں پیش کی ہیں وہ اس انداز فکر سے پوری طرح ٹکراتی ہیں اور ہم پر یہ واضح کرتی ہیں کہ انبیاءؑ کی کامیابی کا راز اور جن کامیاب ہتھیاروں سے انھوں نے اپنے مخالفین کا مقابلہ کیا اور ان کی چھوٹی سی کمزور جماعت کامیاب اور دنیا کی امامت و ہدایت کے منصب پر فائز ہو گئی وہ "ایمان" "اطاعت" "دعوت الی اللہ" تھا۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ (الم سجدہ: ٢٤)

اور ہم نے ان میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے تھے یہ ان کے صبر اور ہماری آیتوں پر یقین کے سبب ہوا۔

[1] ثورۃ فی التفکیر ٣٠٢

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْہِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَۃً وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (یونس: ۸۷)

اور ہم نے حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی کو وحی کی کہ تم دونوں اپنی قوم کو مصر میں بساؤ اور اپنے گھروں کو مسجدوں کی شکل دو۔ اور نماز قائم کرو اور مومنوں کو بشارت دے دیجئے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ (سورہ محمد: ۷)

اے وہ جو ایمان لائے ہو اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے قدم جما دے گا۔

فَلَا تَھِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَی السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰہُ مَعَکُمْ وَلَنْ یَّتِرَکُمْ اَعْمَالَکُمْ (سورہ محمد: ۳۵)

تو کمزور نہ پڑو اور امن کی طرف بلاؤ تمہیں غالب رہو گے۔ اور اللہ تمہارے ساتھ ہے، اور تمہارے اعمال میں کٹوتی نہیں کرے گا۔

امت مسلمہ کا مستقبل انبیاءؑ کی سیرت سے وابستہ

ان سچے حکیمانہ قصوں کا یہی پیغام اور سبق ہے، جو ہمیں انبیاءؑ کی زندگی اور ان کی پاکیزہ سیرت سے ملتا ہے،۔ یہی وہ سیدھا اور صحیح راستہ ہے، جس پر بلا استثناء تمام انبیاءؑ چلتے رہے، اور قرآن نے جس کے نقوش محفوظ رکھے ہیں، کمزور قوموں کے لئے اگر کوئی امید کا راستہ ہو سکتا ہے تو یہی ہے، اور صاحبِ دعوت وعقیدہ قوموں کا مستقبل اسی طور طریق سے وابستہ ہے، اور اللہ ہی حق کہتا اور وہی راستہ دکھاتا ہے۔

(بقیہ) ردّ قادیانیت

جسے انھوں نے بہتر طور پر انجام دیا، ساتھ ہی درمیان درمیان قادیانیوں کی سرگرمیوں سے آگاہ کیا، اور آخر میں دعوت وارشاد کا تعارف کرایا۔

آخری روز کے جلسہ میں درج ذیل تجاویز پاس ہوئیں۔

۱۔ چونکہ ساری دنیا کے علماء اسلام اور رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے قادیانیت کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ ائمہ مساجد سے تعلق پیدا کرکے ان کے ذریعے سے مناسب ومہذب الفاظ میں علماء کے اس فیصلہ کے اعلان کا اہتمام کرے گا۔

۲۔ یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ ہر پڑھے لکھے مسلمان تک جو زبان وہ جانتا ہے اس زبان میں اس کو ایک پمفلٹ پہنچائے گا جس میں قادیانیت کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہو،

۳۔ یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ اسے قادیانی متاثر کر رہے ہیں اس سے رابطہ قائم کرکے ہمدردی اور دلی قلق کے ساتھ اس کو سمجھانے کی کوشش کی فکر کرے گا۔

۴۔ یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ جو شخص قادیانیت اختیار کرے گا، اور پھر افہام وتفہیم کے باوجود باز نہ آئے گا۔ تو مسلمانوں سے اپیل کی جائے گی کہ اس کا مکمل مقاطعہ کریں۔

۵۔ یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے قرب وجوار کے غریب مسلمان بچوں کا جائزہ لے کر ان کی دینی تعلیم وتربیت کی فکر کرے گا، اور ایسے نادار بھائیوں پر حتی الامکان توجہ دے گا جن کی غربت کے سبب قادیانی ان کو اپنا شکار بنا رہے ہیں۔

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے گا جب موم جدھر چاہے اُدھر موڑ
(اکبر الہ آبادی)

THE FRAGRANCE OF EAST
(A QUARTERLY JOURNAL)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی خواہش کی تکمیل میں مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء کا سہ ماہی انگریزی مجلہ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی اور جناب شارق علوی کی ادارت میں پابندی سے شائع ہو رہا ہے
اس مجلہ کو زیادہ سے زیادہ اہل علم حضرات تک پہنچانے میں تعاون فرمائیں
زرسالانہ مبلغ =/۱۰۰ روپئے مندرجہ ذیل پتے پر بھیجیں۔
THE FRAGRANCE OF EAST C/o TAMEER-E-HAYAT
NADWATUL ULAMA, TAGORE MARG LUCKNOW. 226007
چیک یا بینک ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء کے نام سے جاری کئے جائیں اور پشت پر "برائے فریگرینس" ضرور لکھیں، اور تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال کریں۔

ڈائیلاگ

مسائل کے حل کا مؤثر ذریعہ

تحریر۔ مولانا سید واضح رشید ندوی
ترجمہ:۔ محمد وثیق ندوی

باہمی مذاکرات اور پُرامن بات چیت مسائل کے حل کرنے، جماعتوں، قوموں اور حکومتوں کے اختلافات ونزاعات کا تصفیہ کرنے اور ملکوں کے درمیان سمجھوتہ کرانے کا بہترین وسیلہ ہیں اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ گفتگو اور مذاکرات کا حقیقی مقصد سمجھوتہ، اتفاق رائے اور یکجہتی کی فضا پیدا کرنا ہو۔ ماضی اور حال میں مذاکرات اور گفت وشنید کے ذریعہ بہت سے ایسے مشکل اور پیچیدہ مسائل حل ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے بے گناہوں اور معصوموں کے خون کی ندیاں بہہ گئیں، مذاکرات کے ہی ذریعہ سخت ترین دشمن کشت وخونریزی اور قتل وغارت گری کے بعد ایک دوسرے کے دوست اور معاون ومددگار بن گئے، اس کی ایک مثال امریکہ اور چین کی ہے اور مصر واسرائیل کی ہے انتہائی خفیہ اور رازدارانہ طریقہ پر کمیونسٹ چین اور امریکہ کے درمیان جو عرصہ دراز سے محاذ آرائی اور مقابلہ آرائی کے دور سے گذر رہے تھے اس سے دونوں ملکوں کے درمیان تعاون اور اشتراک عمل کا سلسلہ شروع ہو گیا اور تعلقات استوار ہو گئے۔ اور مذاکرات اور بات چیت ہی کے ذریعہ ویتنام کا مسئلہ حل ہوا کیونکہ امریکہ نے مسئلہ کو پُرامن طریقہ پر حل کرنے اور جنگ ختم کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

عصر حاضر میں بہت سی متحارب طاقتوں نے مذاکرات اور پُرامن گفتگو کے ذریعہ ظلم وتشدد اور کشت وخونریزی کے راستے کو چھوڑ کر ایک دوسرے کی طرف دوستی اور تعاون کا ہاتھ بڑھایا، جب کوئی فریق کسی مسئلہ میں اپنے نظریہ پر ڈٹا رہتا ہے، خودسری وانانیت اور نخوت وپندار کا غلبہ ہو جاتا ہے تو پھر باہمی کشمکش اور شکوک وشبہات کا دور شروع ہو جاتا ہے، الزام تراشیاں اور ایک دوسرے کو ملزم گرداننا شیوہ بن جاتا ہے ایک دوسرے سے بچنے اور چوکنا اور محتاط رہنے کی کوششوں میں تیزی آجاتی ہے اور دن بدن فریقین کے درمیان اختلافات کی خلیج بڑھتی جاتی ہے، شکوک وشبہات میں اضافہ ہونے لگتا ہے اور دشمنی ونفرت میں شدت اور حدت پیدا ہو جاتی ہے۔

اس وقت مذاکرات اور بات چیت کا طریقہ علاقائی یا بین الاقوامی مسائل حل کرنے اور اختلافات ونزاعات کا تصفیہ کرنے کا بہترین ونفع بخش طریقہ سمجھا جاتا ہے چنانچہ مذاکرات وبات چیت کے لئے اور باہمی سمجھوتہ اور مشترکہ تعاون کی غرض سے بین الاقوامی اور عالمی پیمانے پر اور ملکی سطح پر کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں، ملاقاتوں اور تبادلۂ خیال کا نظم کیا جا رہا ہے اور سیاسی قائدین ایک ملک سے دوسرے ملک کا دورہ کر رہے ہیں، ان ملاقاتوں اور دوروں اور نظریات وافکار کے تبادلہ کی وجہ سے مختلف ملکوں کے درمیان اختلافات اور کشمکش میں کمی آرہی ہے دوریاں ختم ہو رہی ہیں اور تعاون کی فضا قائم ہو رہی ہے، حالانکہ ان کی پالیسیاں ایک دوسرے سے مختلف، سیاسی اور اقتصادی حکمت عملیاں اور مکاتب فکر مختلف، طریقہ کار مختلف، سوچنے اور سمجھنے کے ڈھنگ الگ الگ، فکری نظریات مختلف اور قومی اور ملکی مصالح ایک دوسرے سے متعارض ہیں، لیکن ان سب کے باوجود مذاکرات اور لیڈروں اور قائدین کی ملاقاتوں اور دوروں کی وجہ سے زندگی کے مختلف میدانوں میں اشتراک عمل کی راہیں ہموار ہو رہی ہیں اور مشترکہ تعاون کے دروازے وا ہو رہے ہیں۔

اشتراک عمل اور باہمی تعاون وامداد موجودہ زندگی کا شعار بن گیا ہے۔ آج پوری دنیا زندگی کے متعدد شعبوں میں مشترکہ تعاون، سیاسی واقتصادی معاہدوں اور سمجھوتوں اور لیڈران وقائدین کے دوروں اور ملاقاتوں اور سفارتی تعلقات کی وجہ سے ایک بستی میں تبدیل ہو گئی ہے اور جو تجارتی وصنعتی پابندیاں ورکاوٹیں حائل تھیں دور ہو گئیں ہیں۔ ایکسپورٹ امپورٹ اور برآمدات ودرآمدات کی پابندیاں ختم ہو رہی ہیں۔ افکار ونظریات کا تبادلہ ہو رہا ہے گویا کہ پوری دنیا میں فروعی یا علاقائی اختلافات کے ساتھ ایک ہی نظام رائج ہے اور جزوی اختلافات کے ساتھ مشرق ومغرب میں ایک ہی تہذیب وتمدن کا دور دورہ ہے، اگر کوئی شخص ایک ملک سے دوسرے ملک کا دورہ کرے تو اسے

ترقی پذیر معاشروں کی زندگی اور معیشت میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آئے گا۔ اس تہذیب تمدن کے اثر سے وہ پسماندہ طبقات بھی محفوظ نہیں ہیں جن کے افراد وسائل کی کم مائیگی کے باوجود اس ترقی پذیر تہذیب تمدن کے لوازمات کا اہتمام کرتے ہیں، اب تہذیبوں اور ثقافتوں کے ٹکراؤ کا نظریہ جسے ایک مغربی مفکر نے پیش کیا تھا۔ اور جو موضوع بحث بنا رہا موہوم ہوگیا ہے۔ چنانچہ موجودہ زندگی کی جو صورت حال ہے اس میں اس ٹکراؤ کا وجود نہیں ہے، تجارتی اور صنعتی معاہدوں جن کی بنیاد پر ایک ملک کی مصنوعات و پیداوار کو دوسرے ملک میں آسانی اور آزادی کے ساتھ منتقل کر سکتے ہیں اس ٹکراؤ کی مسافت کم ہوگئی ہے اور صارفین اپنی ضروریات، تقاضوں اور پسند کے مطابق عمدہ سے عمدہ اور بہتر سے بہتر اشیاء آزادی کے ساتھ اختیار کر سکتے ہیں، ان پر کسی طرح کی پابندیاں عائد نہیں ہو سکتیں، اسی طرح ایک عالمی نظام کے وجود کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہو رہا ہے صرف دیوار برلن نہیں گری ہے بلکہ مختلف ملکوں اور تہذیبوں کے درمیان قائم دیواریں منہدم ہو رہی ہیں۔ سیاسیات، اقتصادیات اور تجارت و صنعت میں یہ تعاون اور یہ آزادی اور سہولتیں بھی باہمی مذاکرات، بات چیت، نظریات و افکار کے تبادلہ اور موجودہ انسانی سوسائٹی کی متعدد یونٹوں میں سمجھوتے اور اتفاق رائے کا نتیجہ ہیں

اس سمجھوتے کی بنیاد پر دوسرے میدانوں میں اختلافات کی خلیج کو پاٹا جا سکتا ہے جہاں آج کشمکش جاری ہے جو انسانیت کے انجام کار کے لئے خطرہ ہے۔

وہ میدان جہاں آج سمجھوتے، اتفاق رائے اور یکجہتی کی ضرورت ہے، جہاں آج بغض و کینہ حسد و نفرت اور دشمنی ختم کرنے کی ضرورت ہے اور جس میدان میں انسانی طاقتیں، توانائیاں ضائع ہو رہی ہیں، اور جس کی وجہ سے حکومتوں، ملکوں، قوموں، طبقوں اور جماعتوں کے مابین رساکشی اور کشمکش جاری ہے وہ مذہبی، دینی عقائد کا میدان ہے، ان عقائد کی طرف دعوت دینے کی آزادی کا مسئلہ ہے، دینی و مذہبی تعلیمات پر عمل کرنے اپنانے اور برتنے کا مسئلہ ہے حالانکہ اقوام متحدہ کے چارٹر میں اس کی صراحت ہے، اور اس آزادی کی عالمی معاشرہ کو بھی ضرورت ہے جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والے رہتے ہیں

آج کی دنیا مذاکرات پر یقین رکھتی ہے، مسائل کو بات چیت کے ذریعہ حل کرنے پر بھروسہ کرتی ہے اور عصر حاضر میں بہت سے مشکل اور پیچیدہ مسائل حل کر لئے گئے ہیں اور متعدد میدانوں میں ٹکراؤ اور کشمکش کے عناصر کا خاتمہ کر دیا گیا ہے، لیکن صلیبی یورپ نے اسلام کے خلاف جو جنگ شروع کی تھی وہ آج بھی اسی طرح جاری ہے، بلکہ اس میں اور زیادہ شدت اور تیزی آگئی ہے، صرف یہی نہیں کہ یورپ اسلام کے خلاف جنگ کر رہا ہے اور اپنے دائرہ اثر میں سمجھوتے اور دوریاں ختم کر کے نزدیکیاں پیدا کرنے والے طریقوں پر عمل نہیں کر رہا ہے بلکہ سیاسی اور اقتصادی مصالح کی خاطر جو ممالک اس کے زیر اثر ہیں ان سب کو اسلام کے خلاف اکساتا رہتا ہے جو یورپ کی نظر میں دہشت گردی کا مذہب ہے، جنگ کرنے کے لئے اکساتا رہتا ہے اور ان سب کو اس بات پر آمادہ کر رہا ہے کہ دہشت گردی کے اڈوں اور سرچشموں کے نام پر دینی مدارس اور اسلامی اقتصادی پروجیکٹوں اور منصوبوں کو تباہ و برباد کر دیا جائے، حتی کہ زکوٰۃ جمع کرنے اور اس کو تقسیم کرنے کو دقیانوسیت اور قدامت پسندی کا عمل سمجھا جا رہا ہے اور دہشت گردی کا ایک عنصر گردانا جا رہا ہے اور اسی طرح مسلمانوں کے جو امدادی پروگرام اور منصوبے ہیں مثلاً یتیموں کی پرورش و نگہداشت، فقراء اور محتاجوں کی مدد اور بچوں کو اسلام کی تعلیم دینے جیسے اسلامی پروگرام بھی یورپین ممالک کے سربراہوں اور لیڈروں کی نظر میں دہشت گردانہ عمل ہیں۔

اس جنگ کا دائرہ اثر اتنا وسیع ہوگیا ہے کہ مسلم اکثریت والے ہر اس ملک کا عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے جہاں اسلامی شریعت کے نفاذ و تطبیق کی کوششیں کی جاتی ہیں، اور اس کے زندگی کے خاص نظریہ کو اپنانے کی کوشش کی جاتی ہے، اور اسی کے ساتھ قرآن و حدیث اور علوم اسلامیہ کے خلاف عرصۂ دراز سے علمی جنگ جاری ہے، ذرائع ابلاغ، نشریات و اطلاعات اور اشاعتی اداروں کے ذریعہ تحریف و تفلیل اور دجالیت کی کوششیں جاری ہیں اور ایسی کتابیں، خبریں اور رپورٹیں شائع ہو رہی ہیں جس سے مسلمانوں میں ردّ عمل پیدا ہو رہا ہے کیونکہ یہ کتابیں اور رپورٹیں اقدامی مواد پر مشتمل ہوتی ہیں۔ چنانچہ مسلمان اس وقت جنگ کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں جو کہ کئی صدیوں سے رکی نہیں ہے۔

بلاشبہ اس موقف میں جس پر صدیاں گذر گئیں، اور جس سے یورپ کو کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اور نہ مسلمانوں کی ایمانی حرارت کم کر سکا بلکہ اس سے نوجوانوں میں یورپ مخالف جوش و جذبہ پیدا ہوگیا ہے اس سے اسلام کی طرف ایک مظلوم مذہب کی حیثیت سے لوگوں کے رجحان و میلان میں اضافہ ہوا۔ اور اس کی

مقبولیت بڑھ گئی ہے اس موقف میں نظر ثانی کی ضرورت ہے، اور دوسرے میدانوں کی طرح اس میدان میں مذاکرات اور باہمی گفتگو اور بات چیت کے طریقہ کو اپنانے کی ضرورت ہے لیکن اس کے لئے شرط اولین یہ ہے کہ یورپ ظلم و تشدد اور جنگ سے باز آئے اور مذاکرات مساوی فریقین کی طرح ہوں۔

آج کل یورپ کے بعض قائدین مسلمانوں کے ساتھ بات چیت اور مذاکرات کی دعوت دے رہے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں کئی ملکوں میں مذاکرات اور گفت و شنید کے کئی دور بھی ہو چکے ہیں جن میں مسلم دانشوروں اور یورپ کے نمائندوں نے شرکت کی ہے لیکن یہ مذاکرات پہلے سے قائم جمود و تعطل اور سرد مہری پر کوئی اثر نہیں ڈال سکے۔ بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے معاندین جن کا اسلامی دہشت گردی کا سایہ پیچھا کر رہا ہے۔ وہ مسلمانوں کے ہر عمل کو دہشت گردی قرار دے رہا ہے اور دنیا کو اس کے خطرے سے ڈرا رہے ہیں، اس معاندانہ رویہ کی وجہ سے جو عالمی سیاست بن گیا ہے ـــــ مسلمان دنیا کے ہر گوشے میں نسل کشی، قتل و غارت گری اور ہلاکت و بربادی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں

مذاکرات کی دعوت ۱۹۷۷ء میں ایک فرانسیسی مؤلف روجیہ جارودی نے اپنے اسلام لانے سے پہلے دی تھی لیکن مذاکرات اور بات چیت کی دعوت اگرچہ اس زمانہ کے مزاج اور تقاضہ کے مطابق تھی جس میں مسائل حل کرنے کی دعوت دی گئی تھی مقبول نہ ہو سکی اس لئے کہ یورپ مسلمانوں کے ساتھ مذاکرات کرنے کے لئے تیار نہ تھا کیونکہ اسلام دشمنی اور حسد اور کینہ یورپ کو وراثت میں ملا ہے، اور یورپ اس "ورثہ" سے دستبردار ہونا بھی نہیں چاہتا اور اس لئے بھی کہ یورپین لائبریریاں اسلام دشمن مؤرخین اور مؤلفین کی کتابوں سے بھری پڑی ہیں اس نظریہ اور طرز فکر میں تبدیلی اس وقت ممکن ہو سکتی ہے جبکہ ان آلودہ نبادوں کی صفائی کر دی جائے، مذاکرات کی دعوت کے برعکس صموئیل ہنٹنگٹن کی ثقافتوں کے ٹکراؤ کی دعوت کی خوب پذیرائی ہوئی، چنانچہ یورپین اہل قلم نے اس پر خوب بحث کی کیونکہ یہ دعوت یورپ کے مزاج و فکر سے ہم آہنگ تھی۔ اور اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن کے بارے میں یورپ کا جو موقف ہے اس کے موافق تھی، یہ حقیقت ہے کہ یورپ ابھی تک اس صلیبی ذہنیت اور فکر سے آزاد نہیں ہو سکا ہے جو پوپ اور پادریوں نے گیارہویں صدی میں اس پر فرض کر دی تھی، حالانکہ بعض پادریوں کو اس ذہنیت کی کمزوری کا احساس ہو چلا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ پادریوں کی ایک جماعت نے اسلامی ملکوں کا دورہ کر کے صلیبی جنگوں سے معذرت کی ہے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ سمجھوتہ کی دعوت دی ہے، لیکن یہ جماعت ایک چھوٹی سی اقلیت کی نمائندہ ہے یورپ کی رائے عامہ کی نمائندگی نہیں کر رہی ہے۔

مذاکرات اور سمجھوتے کی جو آوازیں اٹھ رہی ہیں ان میں برطانیہ کے ولی عہد کی بھی آواز ہے جس نے اس ضروری سمجھوتے کی شکل کا ادراک کر لیا ہے، چنانچہ ولی عہد نے اسلام کے نظام عدل و انصاف اور مساوات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا! اس کو سمجھنے کے لئے بڑی جد و جہد کی ضرورت ہے کیونکہ یورپ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بہت زیادہ لکھا جا چکا ہے، ابھی حال ہی میں جرمنی کے لیڈروں نے اور یورپ نے بھی مذاکرات اور گفت و شنید کے ذریعہ ایسے سمجھوتوں کی ضرورت پر زور دیا ہے اور دوسرے حلقوں سے بھی مذاکرات سمجھوتوں اور اتفاق رائے کی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ اگرچہ ابھی ان آوازوں میں وسعت نہیں آئی ہے پھر بھی اسلام مخالف تحریکات و رجحانات کا مقابلہ کرنے کے راستے میں ایک ابتداء اور پہل ہے۔

اس رجحان میں قوت اور وسعت اس وقت ممکن ہو سکتی ہے جبکہ یورپ میں ایسے مراکز اور سینٹر قائم کئے جائیں جہاں صلیبی آلودگیوں سے عقل و ذہن کو پاک و صاف کر کے اور موروثی حسد اور کینہ سے ہٹ کر اسلام کا حقیقی مطالعہ کیا جائے۔ جو لوگ اس کھلے اور صاف ذہن سے اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں اسلام ان کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے، نتیجۃً ان کو اس حقیقت کا بخوبی ادراک ہو جاتا ہے کہ اسلام عدل و انصاف اور رحمت کا دین ہے اور اس مادی دور میں زندگی کی حقیقی خوشحالی اور سعادت مندی اور اطمینان و چین و سکون کی نعمت صرف اسلامی تعلیمات ہی پر عمل کر کے حاصل ہو سکتی ہے۔

(بقیہ)
مغرب میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں

علامہ ندوی اکیڈمی کے جنرل سکریٹری جناب سرور احمد صاحب نے پروفیسر سلمان ندوی کی اس پر مغز تقریر پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور اعلان کیا کہ اکیڈمی کی جانب سے اس طرح کے لیکچرز کا اہتمام جاری رہے گا۔ اور انھوں نے اکیڈمی نے مختلف منصوبوں کے اعلان کا بھی اعادہ کیا۔

علامہ ندوی اکیڈمی کے چیئرمین مولانا محمد عیسیٰ منصوری صاحب کی دعا پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔

مغرب میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں

"علامہ ندوی اکیڈمی لندن کی جانب سے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ میموریل لیکچرز" میں

پروفیسر سلمان ندوی ڈربن یونیورسٹی کا خطاب

محمد اکرم ندوی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں قائم کی گئی۔ علامہ ندوی اکیڈمی (لندن) کی جانب سے ۶ر مئی ۲۰۰۱ء کی شام کو ساڑھے پانچ بجے اسلامک کلچرل سینٹر لندن میں "مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ میموریل لیکچرز" کے سلسلہ کا آغاز "اسلام اور مغرب" کے موضوع پر پروفیسر سید سلمان ندوی کے لکچر سے ہوا۔ اس پروگرام کی صدارت اسلامک کلچرل سینٹر کے ڈائرکٹر جنرل ڈاکٹر احمد بن محمد الدبیان نے کی۔

اسلامک کلچرل سینٹر کے مصری امام شیخ ادلیس کی تلاوت سے نشست کا آغاز ہوا۔ لندن کے مشہور دانشور ڈاکٹر لطیف صاحب نے پروگرام کے شروع میں بڑی محبت وعقیدت سے حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کیا۔ ذات نبوتؐ سے حضرت مولاناؒ کے تعلق ومحبت کو سراہا۔ اور ان کی تصنیف "نبی رحمت" کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا۔

اسلامک کلچرل سینٹر کے ڈائرکٹر شیخ احمد الدبیان نے عالم عرب وعالم اسلام میں حضرت مولاناؒ کی خدمات کی تعریف کی انھوں نے بتایا کہ آج سے بیس سال پہلے جب ہم سعودی عرب کے سکنڈری اسکول میں زیر تعلیم تھے اس وقت سعودی اخبارات میں "ادب اسلامی" کے عنوان سے ایک بحث چھڑی ہوئی تھی، یہ موضوع بالکل نیا تھا۔ اس تحریک کا آغاز "ادب برائے ادب" کے رجحان کی مخالفت میں ہوا تھا۔ اس نئی تحریک کا مقصد یہ تھا کہ ایک مسلمان ادیب ومصنف کو اسلامی تعلیمات واخلاقیات کا پابند ہونا چاہیئے۔ ہم جانتے تھے کہ جس شخص نے سب سے پہلے اس کی دعوت دی وہ ہندوستان کے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، اس کے بعد سے مولانا کی شخصیت ہمارے لئے مانوس ہوگئی تھی، ہم ان کی تصنیفات سے مستفید ہوتے اور سعودی عرب میں ان کی آمد پر ان کے خطاب میں شرکت کرتے۔

اس کے بعد پروفیسر سید سلمان ندوی نے اپنے لکچر کا آغاز کیا۔ جلسہ گاہ حاضرین سے بھرا ہوا تھا جو برطانیہ کے مختلف شہروں سے بڑے شوق سے حاضر ہوئے تھے، شرکا کی زیادہ تعداد علماء اور دانشوروں پر مشتمل تھی۔ پروفیسر ندوی کا لکچر بہت ہی علمی اور فکر انگیز تھا۔ پروفیسر ندوی نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ ندوہ کا قیام خود ہندوستان کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ تھا۔ اور شروع ہی سے عالم عرب میں ندوہ کا تعارف ہوگیا تھا۔ لیکن مولانا علی میاں ندویؒ نے عالم عرب پر جو اثرات ڈالے ہیں اس کی نظیر نہیں۔ وہ صحیح معنیٰ میں شیخ العرب والعجم تھے پروفیسر ندوی نے فرمایا کہ آج کا موضوع مولانا مرحوم کی فکر وپیغام سے کس قدر ہم آہنگ ہے مولانا نے یورپ اور امریکہ کے مسلمانوں کو بارہا مخاطب بنایا ہے۔ مولانا کی کتاب "اسلامیت ومغربیت کی کشمکش" مولانا کی فکر وپیغام کی آئینہ دار ہے۔

پروفیسر ندوی نے بتایا کہ مغرب میں حضرت مولانا مرحوم کے پیغام کا خلاصہ ان تین نقاط میں ہے۔ (۱) مادی ترقیات جو بذات خود خوشی وفخر کی چیز نہیں (۲) یہاں کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس معاشرہ سے خود کو الگ نہ رکھیں بلکہ یہاں کی فکر وتہذیب وتاریخ کا مطالعہ کرکے اس کی صحیح تعمیر میں مؤثر کردار ادا کریں۔ (۳) مسلمان یہاں خود نہیں آئے ہیں بلکہ ان کو بھیجا گیا ہے۔

پروفیسر ندوی نے یورپ سے اسلام کے تعلق کی تاریخ کا علمی وفکری انداز سے جائزہ لیا۔ اور بتایا کہ یورپ کا اسلام سے سامنا محاذ جنگ میں ہوا جبکہ اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت شام ومصر کے ممالک کو فتح کرتے ہوئے

شمالی افریقہ اور اسپین کو زیرنگیں کرکے فرانس میں داخل ہوئی صلیبی جنگوں نے اس محاذ آرائی کو مزید مستحکم کیا، سقوط قسطنطنیہ نے رومی تہذیب کی آخری علامت ختم کردی۔

پروفیسر ندوی نے مزید بتایا کہ جنگی فتوحات اور دور دراز کے علاقوں کا نظم ونسق سنبھالنے کے ساتھ مسلمانوں نے علوم وفنون کے میدان میں زبردست ترقی کی۔ یورپ نے فلسفہ ومنطق اور دیگر علوم عقلیہ یونان سے نہیں بلکہ عربوں سے لئے۔

پروفیسر ندوی نے تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ صلیبی جنگیں اور بعد میں مغربی استعمار کی کارروائیاں جذبۂ انتقام کا نتیجہ تھیں۔ اسی عہد میں استشراق کی ابتدا ہوئی جس کا مقصد قرآن کریم اور پیغمبر اسلام کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرنا تھا۔ مستشرقین کی ایک دوسری جماعت عیسائی مبلغین کی تھی جو اسلام کو مسخ کرکے پیش کرنا چاہتے تھے۔ ایک تیسری جماعت صرف معاشی ضرورت کے لئے اسلامیات سے وابستہ تھی، مغرب کا تعلیمی نظام اسلامی ملکوں میں غالب ہو رہا تھا۔ اور آہستہ آہستہ پرانے تعلیمی نظام کی جگہ لے رہا تھا۔ قوموں کو تبدیل کرنے کے لئے نظام تعلیم کی تبدیلی سے زیادہ مؤثر کوئی حربہ نہیں۔ اس نئی صورت حال کے نتیجہ میں عالم اسلام میں دو طرح کے ردّ عمل ظاہر ہوئے۔ برصغیر میں ایک طرف دیوبند کی تحریک تھی اور دوسری طرف علی گڑھ کی تحریک ان دونوں کے درمیان ندوۃ العلماء کی شکل میں ایک معتدل تحریک میدان عمل میں آئی۔ پروفیسر ندوی نے اس موقع پر مستشرقین کی بعض مفید خدمات کو سراہا۔ اور علامہ سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا حوالہ دیا کہ "مغرب سے آنے والی ہر چیز ضروری نہیں کہ بری ہو اور مشرق سے رونما ہونے والی ہر چیز ضروری نہیں کہ اچھی ہو" اس معتدل تحریک کی بنیاد تھی خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدِرَ۔ پروفیسر ندوی نے منکرین اسلام کی ایک فہرست پیش کرکے بتایا کہ ان لوگوں نے کس طرح مسلم معاشرہ کے تحفظ واصلاح کی جنگ لڑی۔

وہ محاذ آج اسی طرح قائم ہے۔ میرے والد علامہ سید سلیمان ندویؒ ۱۹۲۰ء میں خلافت کے وفد میں انگلینڈ آئے تھے اس وقت کے ان کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ صورت حال اسی طرح برقرار رہے۔

مغرب کے مسلمان باشندوں کو لائحہ عمل پیش کرتے ہوئے پروفیسر ندوی نے زور دیا کہ علماء اور ائمہ مساجد انگریزی زبان پر قدرت پیدا کریں کیونکہ نئی نسل ان کی زبان نہیں سمجھتی۔ اگر ہم نے یہ موقع کھودیا تو نتائج بہت سنگین ہوں گے۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوا ہے اور برابر اضافہ جاری ہے، مسجدوں اور مدرسوں کی تعداد بڑھی ہے۔ لیکن ہم نے بہت کچھ کھویا بھی ہے اس معاشرہ میں ہمیں اپنے تشخص کے بقاء کے لئے پوری جدوجہد کرنی ہے۔ ہمارے مذہبی تشخص کے بغیر ہمارا کوئی وجود نہیں۔

فصیح وبلیغ انگلش میں اس عالمانہ ومفکرانہ خطاب نے سامعین کو بے حد متاثر کیا۔ ہر طرف سے مطالبہ تھا کہ پروفیسر ندوی مزید وقت نکالیں اور مختلف جگہوں پر لکچر دیں، چنانچہ پروفیسر ندوی نے بعض دعوتیں قبول بھی کیں۔ (باقی ص ۲۱ پر)

اعلان

مولانا محمد رضوان صاحب ندویؒ کی حیات وخدمات پر اردو روزنامہ راشٹریہ سہارا لکھنؤ اپنا ایک خصوصی شمارہ شائع کرنے جارہا ہے۔ اس لئے مولانا مرحومؒ کے جملہ متعلقین سے استدعا ہے کہ وہ اس خصوصی شمارہ کے لئے اپنے تاثراتی مضامین، احساسات درج ذیل پتہ پر جلد از جلد ارسال کریں۔

دفتر تعمیر حیات
پوسٹ بکس 93 ندوۃ العلماء
لکھنؤ 226007
Fax No. 0522- 787310 + Ph.787250 (Ext) 18

علمائے سلف کی جرأتِ حق گوئی وبے باکی

از: ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی

(۲)

انھیں کبھی رعب شاہی مرعوب نہ کرسکا

حافظ یحییٰ مصمودیؒ امام مالکؒ کے عزیز ترین شاگرد اور مؤطا کے مستند ترین راوی شمار ہوتے ہیں، وہ مسائل شریعت میں اپنی رائے کا برملا اظہار کرتے تھے، انھیں کبھی رعب شاہی مرعوب نہیں کرسکا۔ ایک بار اندلس کے اموی حکمراں عبدالرحمٰن بن حکم ماہ رمضان المبارک میں کفارۂ صوم کا مرتکب ہوگیا۔ فکر دامنگیر ہوئی اس نے شہر کے تمام فقہاء کو بلاکر پوچھا کہ اس غلطی کا کفارہ کیا ہے؟ یحییٰ مصمودی نے فرمایا کہ "امیر کو پے در پے دو مہینے کے روزے رکھنے چاہئیں" دربار خلافت سے واپس آنے کے بعد لوگوں نے عرض کیا کہ امام مالک تو اس مسئلہ میں خیار کے قائل ہیں یعنی ان کے نزدیک کفارۂ صوم میں روزہ دار کو اختیار ہے، چاہے غلام آزاد کرے، یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔ پھر آخر آپ نے دو ماہ کے روزے ہی پر کیوں اصرار کیا۔ یہ سن کر شیخ یحییٰ نے اس کا یہ حکیمانہ جواب دیا کہ:

"اگر ہم نے حاکم کیلئے یہ دروازہ کھول دیا تو اس کے لئے بہت آسان ہوگا۔ روزانہ روزہ شکنی کرے اور کفارہ میں غلام آزاد کرے، لیکن میں نے اس کے لئے یہ مشکل صورت اختیار کی تاکہ آئندہ وہ اس کی جرأت نہ کرسکے۔" (ابن خلکان ۳/۱۱۴)

مسلمانوں کے مال میں اسراف بے جا دیکھا نہ جاسکا

اندلس کے مشہور اموی حکمراں عبدالرحمٰن الناصر نے جب اپنے یادگار زمانہ شہر مدینۃ الزہراء کی تعمیر میں بے حساب دولت صرف کرڈالی اور محل شاہی میں سونے کی اینٹیں لگانی چاہئیں تو قاضی قرطبہ منذر بن سعید سے عام مسلمانوں کے مال میں خلیفہ کا یہ اسراف بے جا دیکھا نہ جاسکا اور ایک دن انھوں نے جمعہ کے خطبہ میں اس پر سخت تنقید کی اور خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"مجھے یہ گمان نہ تھا کہ شیطان اس حد تک آپ پر مسلط ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو کفار اور خدا کے باغیوں تک پہونچادے۔"

یہ سن کر الناصر کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور اس نے قاضی موصوف کو درمیان میں ٹوکتے ہوئے کہا۔ "غور تو کیجئے آپ کیا کررہے ہیں، آپ نے مجھے کفار کے مقام تک پہونچادیا۔" قاضی موصوف نے اسی طرح پُرزور لب و لہجہ میں جواب دیا۔ "ہاں میں بالکل درست کہہ رہا ہوں۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "اگر ایسا نہ ہوتا کہ لوگ ایک امت بن جائیں تو ہم اللہ سے بغاوت اور کفر کرنے والوں کے مکانات کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنادیتے۔ جس پر وہ چڑھتے اور ان کے گھروں کیلئے دروازے اور مسہریاں بنادیتے جن پر وہ آرام کرتے" (سورۂ زخرف - ۳)

اس وقت خلیفہ الناصر پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ خشیت الٰہی سے اس کا سر جھک گیا۔ اور اس نے فوراً منارہ کو گراکر چاندی کی اینٹوں کی جگہ مٹی سے اس کو دوبارہ بنانے کا حکم دیا (تاریخ اندلس ۲/۲۸۰)

حق گوئی وبیباکی کا حیرت انگیز واقعہ

شیخ عزالدین بن عبدالسلام کا شمار ساتویں صدی ہجری کی بہت باکمال اور باعظمت شخصیتوں میں ہوتا ہے وہ اپنے علم وتقویٰ اور دعوت و اصلاح کے ساتھ حق گوئی وبیباکی میں نادرۂ روزگار تھے۔ ان کی جرأت کا ایک حیرت انگیز واقعہ علامہ سبکیؒ نے نقل کیا ہے کہ عید کے دن قلعہ میں دربار شاہی منعقد تھا۔ بادشاہ پورے تزک و احتشام کے ساتھ سرپر آرہا تھا دورویہ افواج شاہی دست بستہ کھڑی تھیں امراء حاضر ہو ہوکر آداب وتسلیم بجالاتے اور زمین بوس ہوتے تھے۔

اس بھرے دربار میں دفعۃً شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے بادشاہ کو نام لے کر خطاب کیا:

"ایوب! تم خدا کو کیا جواب دوگے جب پوچھا جائے گا کہ ہم نے تم کو مصر کی سلطنت اس لئے دی تھی کہ شراب آزادی سے پی جائے؟

بادشاہ نے کہا "کیا یہ واقعہ ہے؟"

شیخ نے بلند آواز سے فرمایا: ہاں فلاں میخانہ میں شراب آزادی سے بک رہی ہے اور دوسرے ناگفتہ بہ کام بھی ہو رہے ہیں، اور تم یہاں بیٹھے داد عیش دے رہے ہو۔"

(باقی ص ۲۵ پر)

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

نذر الحفیظ ندوی

(۷)

● آپ کیوں اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں، آپ کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا دین ومذہب کیا ہے؟ میرا نام مالک ہے۔ فلپائن میرا وطن ہے۔ عیسائیت میرا دین ہے۔ میرا نام رام چندر ہے۔ میں ہندو ہوں، جنوبی ہند سے تعلق رکھتا ہوں۔ میری تعلیم ایم۔ اے تک ہے۔ سال بھر سے آپ کے ملک میں رہتا ہوں مجھ کو آپ کی نماز بہت بھلی لگتی ہے، رمضان کے زمانہ میں سب لوگ ایک ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ حالانکہ دس بارہ ملکوں کے مسلمان آپ کے فرم میں کام کرتے ہیں۔ آپ کے یہاں جتنے مسلمان کام کرتے ہیں اگرچہ ان کی زبان الگ الگ ہیں لیکن وہ سب ایک دوسرے کے حقیقی بھائی لگتے ہیں۔ مگر ہمارے ہم مذہب آپس میں مل جل کر نہیں بیٹھتے ان کے درمیان مساوات نہیں۔ ایسے سوالات وجوابات ہر ہفتے جدہ، کویت، دبئی اور ریاض کے اسلامی مراکز پر اسلام قبول کرنے والوں کے درمیان ہوا کرتے ہیں۔ اگر آپ فجر بعد جدہ ریڈیو کا عربی پروگرام سنیں تو ہر ہفتے آٹھ دس اسلام قبول کرنے والوں کے انٹرویو آپ سن سکتے ہیں۔ جو لوگ اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں پہلے انہیں اسلام سے متعلق مکمل معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ قبول اسلام کے بعد بنیادی فرائض سے ان کو واقف کرایا جاتا ہے۔ اور متوقع آزمائشوں سے بھی ان کو متنبہ کردیا جاتا ہے۔ جب وہ اسلام کے متعلق ہر طرح اطمینان کرلیتے ہیں تب انہیں کلمہ کی تلقین کی جاتی ہے اور ان سے دستاویز پر دستخط لئے جاتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اس طرح کے قصے بکثرت سعودی عرب، کویت عرب امارات اور قطر کے علاوہ ملیشیا انڈونیشیا، اور تھائی لینڈ میں پیش آرہے ہیں، ملیشیا میں مقیم چینیوں اور ہندوؤں کے درمیان اسلام قبول کرنے والوں کا تناسب تمام ملکوں سے بڑھا ہوا ہے۔

● یورپ وامریکہ کے معاشرہ میں اسلام کس طرح اپنی جگہ بنارہا ہے اور کن دروازوں سے وہ داخل ہو رہا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے امریکی روزنامہ لاس انجلز ٹائمس اپنی ایک سروے رپورٹ میں لکھتا ہے کہ شمالی امریکہ میں دین اسلام دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں زیادہ تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اخبار کے مطابق امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد اسی لاکھ تک بتائی جاتی ہے۔ لیکن اخبار کے مطابق یہ اندازہ سائنٹفک سروے پر مبنی نہیں ہے۔ اخبار کے سروے میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد پانچ لاکھ بیان کی گئی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی صراحت کی گئی ہے کہ یہ تعداد صرف ان مسلمانوں کی ہے جو امریکی مسجدوں میں پابندی سے نماز باجماعت ادا کرتے ہیں سروے کرنے والوں نے امریکہ کی ایک ہزار چھیالیس مسجدوں کے منتظمین سے معلوم کیا کہ ان کی مساجد میں پابندی کے ساتھ جماعت میں شامل ہونے والوں کی تعداد کیا ہے۔ تو یہ بات ظاہر ہوئی کہ ایسے مسلمانوں کی تعداد فی مسجد ۴۸۵ ہے جبکہ سروے ہی میں یہ بات کہی گئی ہے کہ مسلمانوں کی مجموعی تعداد کا دس فیصدی حصہ پابندی سے مسجد میں نماز باجماعت ادا کرتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی کل تعداد پچاس لاکھ سے کم نہیں۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ جو نوّے فیصدی مسلمان مسجدوں میں پابندی سے نماز کیلئے نہیں جاتے وہ نماز سے بالکل محروم ہیں۔ چنانچہ بہت سے مسلمان یا تو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں یا محلہ کی مختلف نمازگاہوں میں نماز باجماعت ادا کرلیتے ہیں۔ اخبار کا کہنا ہے کہ امریکہ میں ہر سال کم از کم سوا لاکھ مسلمانوں کا اضافہ ہو رہا ہے۔ جن میں نومسلموں کی تعداد بھی کم نہیں۔

(بقیہ)

علمائے سلف کی جرأت

بادشاہ نے کہا۔ "جناب والا! اس میں میرا کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ میرے والد کے زمانے سے ہو رہا ہے۔" شیخ نے فرمایا: "پھر تم بھی اُن ہی لوگوں میں سے ہو جن کا جواب یہ ہوتا ہے" اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰى اُمَّةٍ "(یعنی یہ ہمارے باپ دادا کے زمانہ سے چلا آرہا ہے) یہ سن کر سلطان نے فوراً اس میخانہ کی بندش کا حکم جاری کیا (طبقات الشافعیہ للسبکی ج ۵ تذکرہ عزالدین بن عبدالسلام)

شعبۂ دعوت وارشاد ندوۃ العلماء کی جانب سے

ایک تربیتی کیمپ برائے ردّ قادیانیت کا انعقاد

(ادارہ)

موجودہ حالات کے پیش نظر ندوۃ العلماء کے شعبۂ دعوت وارشاد نے ۹تا۱۱رمئی ۲۰۰۱ء کو ایک تربیتی کیمپ برائے ردقادیانیت کا نظم کیا جس میں لکھنؤ کے قریبی اضلاع کے مدارس ملحقہ سے ایک ایک مدرس کو دعوت دی گئی تھی چنانچہ سیتاپور۔ بارہ بنکی، فیض آباد، رائے بریلی، کانپور، اور لکھنؤ کے متعدد مدارس کے تقریباً تیس نمائندوں نے اس کیمپ میں حصہ لیا اور المعہد العالی للدعوۃ والفکر الاسلامی کے طلبا بھی شریک کیمپ ہوئے۔

اس کیمپ کا انعقاد ناظر عام ندوۃ العلماء مولانا محمد حمزہ حسنی کی توجہ اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کے حکم پر ہوا، ترتیب یوں رکھی گئی تھی کہ تینوں دن تمام مندوبین پورے وقت مشغول رہیں۔ یومیہ پروگرام اس طرح تھے۔ ۹بجے سے ۱۱بجے تک تقریریں ۱۱بجے سے ایک بجے تک مطالعہ، ۴بجے سے ۵بجے تک مناقشہ ومناظرہ، مغرب سے عشاء تک تقریریں اور پھر عشاء کے بعد خصوصی مذاکرہ، کیمپ کے سارے پروگرام دارالعلوم ندوۃ العلماء میں معہد القرآن کے درمیانی ہال میں ہوئے، جبکہ مطالعہ کا نظم کتب خانہ شبلی نعمانی میں کیا گیا تھا۔

افتتاحی تقریر حضرت ناظم صاحب کی ہوئی، آپ نے فرمایا کہ ردّ قادیانیت کا کام ہمارا نیا نہیں ہے، ندوۃ العلماء کے پہلے ناظم حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام میں اپنی زندگی کھپا دی تھی وہ اس فتنہ کو بڑی اہمیت دیتے تھے، آپ نے شرکائے کیمپ کو لگن کے ساتھ اس کام کی تیاری کی دعوت دی آپ نے ثابت کیا کہ اس فتنہ کو انگریزی استعمار کی پشت پناہی حاصل تھی۔

مغرب بعد کی تقریر میں مولانا محمد عارف سنبھلی صاحب استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے ثابت کیا کہ اس فتنۂ قادیانیت کے پیچھے انگریز بھی تھے۔ اور بعض ہندو پنڈت بھی، آپ نے واضح کیا کہ اس فتین (غلام احمد قادیانی) کے ابتدائی دور کے وہی عقائد تھے جو اہل سنت کے ہیں، لیکن دوسرے دور میں اپنے شیطانی الہامات کی بنیاد پر اپنے عقائد بدل ڈالے اور بے چارے عوام الناس کو بے وقوف بنایا جب کہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ تنسیخ اعمال میں ہوتی ہے نہ کہ عقائد میں۔ طلباء اور مندوبین کے اکثر سوالات کے جوابات مولانا موصوف ہی نے دیئے۔

دوسرے روز مولانا عبداللہ حسنی صاحب ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے قادیانیت کے دجل وفریب سے آگاہ کیا اور اہل کیمپ کو ان کے مقابلہ پر ابھارا۔ اور کیمپ کی سرگرمیوں پر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ مغرب بعد مولانا محمد خالد غازی پوری ندوی نے حیات مسیح کو بہت ہی مدلل انداز میں پیش کیا افسوس کہ ان کی تقریر کے دوران بجلی چلی گئی جس سے جلسہ روک دیا گیا لیکن دوسرے روز آپ نے اپنی تقریر مکمل کی اور واضح کیا کہ کس طرح قادیانی لوگ "متوفیک" اور "رافعک" جیسے الفاظ کے معنی من گھڑت بیان کرتے ہیں۔ انھوں نے ثابت کیا کہ صحیح احادیث میں بیان شدہ حضرت مسیح کی علامات میں سے کوئی بھی تو مرزا پر صادق نہیں آتی، یہ اپنے کو مہدی بھی بتاتا ہے جبکہ حضرت مہدی کا نام احمد ہوگا۔ اور یہ غلام احمد ہے، ان کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا، اس کے باپ کا نام غلام مرتضی ہے، ان کی ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ اس کی ماں کا نام چراغ بی بی عرف گھسیٹی ہے، وہ عرب میں ہوں گے، یہ قادیان میں پیدا ہوا وغیرہ۔

حضرت مولانا محبوب الرحمن صاحب ازہری نے اس کے ایسے ایسے پول کھولے کہ لوگ حیران رہ گئے۔ آخری تقریر میں جناب مولانا سعید الرحمن صاحب اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے بھی اس طرف توجہ دلائی کہ یہ کام ہمارا نیا نہیں ہے بلکہ اس کام میں ہم اپنے ناظم وبانی ندوۃ العلماء مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کے طریقہ پر ہیں، پھر آپ نے مختلف فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے سب کے مقابلہ کی تیاری پر زور دیا اور فرمایا کہ آپ نام ونمود کی پروا کئے بغیر خاموشی سے کام میں لگے رہیئے انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

دوسرے روز دن میں مولانا سید سلمان الحسینی نے اپنے خطاب میں کہا کہ قادیانیت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، قادیانی دوسرے غیر مسلموں کی طرح غیر مسلم ہیں لیکن اس کے پیچھے یہودیت ہے، عالم اسلام جب تک یہودیت پر ضرب کاری نہ لگائے گا یہودیت اسی طرح کے فتنوں کو جنم دیتی رہے گی۔ تمام جلسوں میں معہد القرآن کا درمیانی ہال طلبہ واساتذہ سے بالکل بھر جاتا تھا۔ اور کافی لوگ باہر کھڑے ہوتے تھے۔

تمام نشستوں کا نظم، مطالعہ کی نگرانی، مناقشوں کا اہتمام اور جلسوں کی نظامت ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی صاحب کے سپرد تھی

(باقی ص ۱۸ پر)

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● سعودی وزیر داخلہ شہزادہ نائف بن عبدالعزیز نے اپنے حالیہ ایرانی دورے کے موقع پر اخباری نمائندوں سے بات کرتے ہوئے کہا کہ سعودی عرب نے امریکہ کو تنبیہ کیا ہے کہ اس کی جانب سے اسرائیل کی ناجائز حمایت سے عرب اور مسلم ممالک نے فلسطین کے مسئلے کو حل کرنے کا تہیہ کرلیا ہے۔ انھوں نے اس موقع پر مزید کہا کہ اسرائیل کے لئے امریکی حمایت کے باعث عرب اپنے اختلافات ختم کرکے تمام مسلمانوں کے ساتھ متحد ہوگئے ہیں۔ انشاء اللہ اس کے جلد نتائج برآمد ہوں گے۔ اس موقع پر ایرانی صدر نے اسرائیل پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا تعاون فلسطینیوں کا قتل عام رکوا سکتا ہے۔

● نئی دہلی سے شائع ہونے والا اخبار "ہندوستان ٹائمز" اور حیدرآباد سے "دی ہندو" میں مسلمانوں کے حوالے سے مغرب کی دو خبریں آئی ہیں پہلی خبر نیویارک کی ہے کہ امریکہ کی ایک یونیورسٹی نے سروے کرا کے یہ معلوم کرنا چاہا ہے کہ امریکہ میں مسلمانوں کی پوزیشن کیا ہے۔ سروے کے مطابق پورے امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد ستر لاکھ کے قریب پہونچ گئی ہے جو امریکی یہودیوں سے زیادہ ہے یہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کی تعداد ہے جبکہ عام مسلمانوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اور تمام ریاستوں میں مساجد کی تعداد ۱۲۰۹ ہے، ان میں سے اکثر کی تعمیر ۱۹۷۰ء کے بعد ہوئی۔ دوسری خبر لندن سے آئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ لندن پولیس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ اپنی فورس میں مسلمانوں کی مذہبی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام کرے گی۔ حلال گوشت کی فراہمی اور نماز کے لئے علیحدہ کمروں کا انتظام کیا جائے گا واضح رہے کہ لندن پولیس دوسرے اقلیتی مذاہب کو بھی یہ سہولت دے رہی ہے۔

● عیسائیوں کے پیشوا پوپ جان پال سینٹ پال کے گرجا گھر جانے سے پہلے دمشق کی مسجد امیّہ میں جاکر وہاں کے علماء سے ملاقات کی اور وہاں حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مشرق وسطی کے تمام مسلمانوں مسیحیوں اور یہودیوں کو ایک دوسرے کی تعظیم اور رواداری کے جذبے سے مل جل کر رہنا چاہیے تاکہ خطہ میں دیرپا امن قائم ہوسکے۔ انھوں نے کہا کہ اس مقدس سرزمین پر بسنے والے تمام لوگوں کو باہمی تعاون، اعتماد، بلاخوف وخطر اپنے جائز حقوق کی بازیابی اور ایک دوسرے کے احترام کے جذبہ کے ساتھ کام کرنا چاہیئے تاکہ اس خطہ میں مزید خون خرابہ نہ ہو۔ پوپ جان پال دوم نے مشرق وسطی میں دیرپا امن کے قیام کے لئے فریقین کے درمیان مذاکرات اور ٹھوس اقدامات پر زور دیا ہے، پوپ جان پال دوم نے دمشق پہنچنے پر مشرق وسطی میں پائیدار اور حقیقی امن کے قیام کی پرزور اپیل کی۔ شام کے صدر نے پوپ جان پال کا خیر مقدم کرتے ہوئے ان پر زور دیا کہ وہ فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی مظالم بند کرانے کے لئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں۔

● اسلامی ترقیاتی بینک سائنس وٹیکنالوجی کے شعبے میں نوجوان محققین کو مالی وانتظامی امداد دے گا۔ اس حوالے سے پروگرام کی منظوری دے دی گئی ہے جو پہلے سال تجرباتی طور پر پندرہ منصوبوں پر تحقیق کیلئے ۲ لاکھ ۲۵ ہزار ڈالر کی امداد دی جائے گی، مالی امداد اسلامی کانفرنس کے رکن ممالک کے نوجوانوں کو زراعت انفارمیشن ٹیکنالوجی (آئی ٹی) توانائی ٹیکسٹائل اور دیگر شعبوں میں ریسرچ کیلئے دی جائے گی۔

قنوج کے قدیم مشہور ومعروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ واعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔

فون نمبر: ۳۴۴۴۵

محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر

آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیویٹ لمیٹڈ) قنوج
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی

الہ آباد کے مہا کمبھ میلہ میں جلسۂ پیام انسانیت

رپورٹ ____ ایم عبدالواحد قاسمی

ہندوستان جسے ایک سیکولر اسٹیٹ کی حیثیت حاصل ہے درحقیقت مختلف اقوام وملل کے مذاہب کا اور انس محبت کا ایک عجیب وغریب گہوارہ رہا ہے، اس کی خاک کے ذرّوں میں مذہب اس طرح سے رچ بس گیا ہے کہ اس سے اس کی ہر ایک چیز چھینی جاسکتی ہے مگر مذہب سے اسے دستبردار نہیں کیا جاسکتا ہے، الہ آباد جسے خدا کی نگری کہا جاتا ہے وہاں عرصہ دراز سے ایک بڑا میلہ ہر سال منعقد ہوتا ہے، اس سال بھی یہ میلہ "مہا کمبھ میلہ" کے عنوان سے منعقد ہوا، اس میں جہاں دیگر مذہبی رسومات ادا کی گئیں اور جو پروگرام ہوئے ان میں تقریروں کے پروگرام بھی تھے جلسوں میں جہاں بعض مقرروں نے بڑی جوشیلی اور جارحانہ تقریریں کیں جو اس مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں، جو ہندوستان کی خصوصیت رہا ہے وہیں پیام انسانیت کے فورم سے انسانیت اور الفت ومحبت کا درس بھی دیا گیا۔

۱۹؍دسمبر ۲۰۰۰ء کو مولانا محمد شعیب کوئی صاحب کی صدارت میں ایک اجتماع منعقد کیا گیا جس میں انگریزی اور ہندی پریس کے مطابق دس ہزار لوگوں نے شرکت کی اس جلسہ میں مولانا نے (اسلام کا پیغام اس میلینیم کے کمبھ میلے کے نام) کے موضوع پر بڑی بلیغ تقریر فرمائی، مجمع میں دو ایک مسلمانوں کے علاوہ سب ہندو بھائی تھے، اس کے بعد ڈاکٹر سرفراز عالم صاحب نے اس اجلاس میں پیام انسانیت کے موضوع پر بڑی مؤثر تقریر کی، انہوں نے اپنے بیان میں کہا، کہ ہمارے دیش کی دھرتی پر ہزاروں سال سے بہتی ہوئی گنگا کی موجیں ہمیں ایک پیغام دے رہی ہیں جسے ہم نے دل کے کان سے سننے کی کبھی کوشش نہیں کی، وہ اپنی خموش زبان سے کہہ رہی ہیں کہ اے انسان دیکھ ہزاروں برس سے لاکھوں انسان روز صبح اپنے گندے بدن میرے اندر ڈبو دیتے ہیں، میں نے ان کو ایسا کرنے سے کبھی نہیں روکا میری پوِترتا (پاکی) اور مقدس انا ان کے خلاف کبھی نہیں جاگی میرے پوِتر جل (پاک پانی) کے ہر قطرے نے ان کے بدن سہلائے، اسے دھلا کر اور پاک کرکے واپس کردیا، سیکڑوں شہر کے ہزاروں گندے نالے میری گہرائیوں میں اترے، میں نے اپنے آنچلوں میں سب کو تھام لیا اور یہ میری حسن تدبیر ہے کہ نہ میرا دامن ان گندگیوں سے آلودہ ہوا اور نہ میں نے اس گندگی کو اپنے پاس باقی رہنے دیا، کیا انسانی دنیا میں ایسا کوئی ساگر ہے جو انسانی قلب کی نجاستوں کو پاک وصاف کرسکے، ہاں وہ دھرم کا ساگر ہے، وہ مذہب کا سمندر ہے جہاں پہونچ کر انسانی قلب و روح کی گندگیاں دھل جاتی ہیں، جس کے سامنے نہ کوئی کالا ہے نہ گورا ہے نہ چھوٹا ہے نہ بڑا، نہ پاپی ہے نہ پرہیزگار، نہ اچھوت ہے نہ برہمن، اس کا سینہ سب کے لئے کھلا ہے مذہب سب کی خیر خواہی چاہتا ہے، آخر ہم کیسے مذہبی لوگ ہیں، کہ ہم ہر اس انسان کو اپنے سے الگ کردیتے ہیں، جو ہمارا عقیدہ نہ ہو، ہر اس انسان کو ہم نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، جو ہمارے علاوہ کوئی اور شناخت رکھتا ہو، ہم کتنے کم نظر اور کتنے تنگ ظرف ہوچکے ہیں، کہ ہمارے دامنِ دل میں غیر کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں۔

انھوں نے تقریر مختصر کرتے ہوئے میزبانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بات ختم کردی، یہ جلسہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت کامیاب ثابت ہوا، جلسہ میں پیام انسانیت فورم کی جانب سے کئی سو پمفلٹ شرکاء کے اندر تقسیم کئے گئے۔ مختلف جگہوں پر سخت سردی کے پیش نظر لکڑی کے الاؤ جلوائے گئے۔ غریبوں میں لحاف اور کمبل بھی تقسیم کئے گئے۔ اور بھی مختلف نوعیتوں سے لوگوں کی مدد کی گئی۔ اس طرح غیر مسلموں میں انسانیت نوازی کی ایک اچھی فضا قائم ہوئی۔ اس خوشگوار فضا سے متاثر ہوکر مولانا محمد شعیب کوئی صاحب کو دوبارہ پھر ممبئی سے بلوایا گیا۔ اور ایک دوسرا جلسۂ پیامِ انسانیت پھر منعقد کیا گیا جس میں انھوں نے انسانیت کی خدمت ومحبت کرنے کی تلقین کی۔ اور پیام انسانیت کی اہمیت و ضرورت پر روشنی ڈالی، اور اس سلسلہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

> لاکھ ستارے ہر طرف ظلمتِ شب جہاں جہاں
> ایک طلوعِ آفتاب دشت وچمن سحر سحر
>
> جگر مرادآبادی

مطالعہ کی میز پر

شمس الحق ندوی

نام کتاب: وصیۃ الآداب
مرتب: مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی
صفحات: ۱۴۴۔ سائز $\frac{22 \times 18}{8}$
خوبصورت ٹائٹل عمدہ کتابت، سستا کاغذ قیمت درج نہیں ہے۔
ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ دار المعارف ۲۶/۶۶/۴۰۷ بخشی بازار۔ الہ آباد۔ (یوپی)

علم دین اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، یہ دولت جسے نصیب ہوجائے وہ بہت بڑی قسمت والا ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔ (آپ کہیئے کہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کردیجئے) اس سے علم کا فضل وشرف ظاہر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کی زیادتی کے لئے دعا کا امر نہیں فرمایا سوائے علم کے۔ اور یہاں علم سے مراد شرعی و دینی علم ہے۔ اس لئے علم دین کو حاصل کرنے میں طالب علم کو آداب کا مکمل خیال رکھنا چاہیئے اور جو طالب علم، علم، آلاتِ علم، قلم، کاغذ، کتابوں اور اساتذہ کا جتنا زیادہ ادب واحترام کرے گا اور جس قدر لایعنی باتوں اور لغویات سے اجتناب کرے گا اس کو اسی قدر زیادہ فائدہ ہوگا۔

اس موضوع پر مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی کی کتاب "وصیۃ الآداب" ایک انفرادی حیثیت رکھتی ہے جسے اصلاً انھوں نے اپنے بیٹوں کے لئے لکھی تھی لیکن یہ کتاب درحقیقت مدارس دینیہ کے طلبہ واساتذہ اور علماء کے لئے ایک قیمتی تحفہ ہے۔ اس لئے مدارس دینیہ سے متعلق اصحاب علم ودین کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔ مولانا قمر الزماں صاحب حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خویش وتربیت یافتہ اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدتمند اور صاحب حلقہ بزرگ ہیں۔ لہٰذا ان کی اس کتاب میں اسکا پورا رنگ جھلکتا ہے۔

کتاب کے اندر علم کی اہمیت وفضیلت اور قدر وقیمت، طالب علم اور اہل علم کا مقام علم دین حاصل کرنے میں اخلاص وللّٰہیت تقویٰ وطہارت اور حلال چیزوں اور اچھی عادتوں کو اختیار کرنے، بری باتوں اور مالدار لوگوں سے اجتناب کرنے اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے پر زور دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سلف صالحین کے حوالے سے بہت سی اصلاحی باتیں اور سبق آموز نصیحتیں بھی درج کی ہیں۔

یہ کتاب مطالعہ کرنے والوں کے لئے مفید وبصیرت افروز ہے، اور معلمین ومربیین کے لئے اصلاح وتربیت کے میدان میں بڑی چشم کشا ہے۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر طالب علم اور معلم ومربی اس کو پڑھے اور اس کے مطابق اپنے شب وروز گذارے۔

نام کتاب: شیخان الملقب بعنان تجریان
مؤلف: مولانا محبوب احمد بن مولانا محمد قمر الزماں صاحب
صفحات: ۱۴۴، سائز $\frac{22 \times 18}{8}$
خوبصورت سرورق، قیمت درج نہیں۔
ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ دار المعارف ۲۶/۶۶/۴۰۷ بخشی بازار، الہ آباد (یو۔پی) ۲۱۱۰۰۳

مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی اور عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی۔ رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ کی پاکیزہ زندگیاں، زہد وتقویٰ، عبادت و ریاضت، اخلاص واخلاق، انکسار وتواضع روحانیت وللّٰہیت سے مزیّن تھیں انھوں نے جس پر اپنی مؤمنانہ نظریں ڈال دیں اس کی ظاہری و باطنی زندگی میں نکھار پیدا ہوگیا۔ ان کی آغوش تربیت میں جو آگیا اس کی روح کو مزکّیٰ اور اس کے قلب کو مجلّیٰ کردیا۔ اور ہزاروں لوگوں کی دنیا وآخرت سنواردی۔

زیر نظر کتاب "شیخان الملقب بعنان تجریان" یعنی وہ دو نہریں جنھوں نے اپنے علم وعمل سے لاکھوں دلوں کو سیراب کیا) میں انہی دونوں بزرگوں کے حالات زندگی اختصار کے ساتھ مولانا محبوب احمد صاحب نے بیان کئے ہیں۔ اس کتاب میں ان کے بچپن کے حالات بھی ہیں، تعلیم وتربیت، تصوف وسلوک تزکیہ واحسان، تقویٰ وطہارت، اصلاح عام و خاص کا تذکرہ بھی ہے ان کی عابدانہ، زاہدانہ اور مؤمنانہ صفات کا بیان بھی ہے۔ اور ایک دل دردمند انسان کے لئے اصلاح حال اور روحانی غذا کا بڑا سامان بھی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ کتاب کو قبولیت سے نوازے اور اس کے افادہ کو عام فرمائے۔ (آمین)

(محمد طارق ندوی)

سوال و جواب

س:۔ کیا اگر کتا ہاتھ پر زبان لگا دے تو ہاتھ کا دھونا لازمی ہے؟

ج:۔ ہاں! جس جگہ کتے کا لعاب لگے اس کا پاک وصاف کرنا لازمی ہے کیونکہ اس کا لعاب نجس ہوتا ہے۔

س:۔ اذان کے بعد جو دعا مانگتے ہیں اس میں ہاتھ اٹھائیں گے یا نہیں؟

ج:۔ اذان کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانا منقول نہیں ہے۔ صرف زبان سے دعاء ماثور پڑھ لے۔

س:۔ ہماری مسجد میں جمعہ کی اذان دو شخص دیتے ہیں، پہلی اذان مسجد کے مؤذن صاحب دیتے ہیں، دوسری اذان جو خطبہ سے پہلے دی جاتی ہے وہ دوسرے صاحب دیتے ہیں جبکہ مؤذن صاحب موجود رہتے ہیں کیا یہ شرعاً درست ہے؟

ج:۔ درست ہے بشرطیکہ اس سے مؤذن کی دل شکنی نہ ہوتی ہو۔

س:۔ کیا برش اور ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کرنے سے مسواک کا ثواب مل جاتا ہے؟

ج:۔ بہتر تو یہی ہے کہ ادائے سنت کے لئے مسواک کا استعمال کیا جائے، لیکن برش کرنے سے بھی بعض اہل علم کے نزدیک مسواک کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

س:۔ کیا سر پر وِگ (یعنی مصنوعی بال) کا استعمال کر سکتے ہیں؟

ج:۔ نہیں! مصنوعی بالوں کا استعمال جائز نہیں ہے۔

س:۔ اگر کوئی شخص وِگ (یعنی مصنوعی بال) کا استعمال کرتا ہو تو کیا ان بالوں پر دوران وضو مسح کرنے سے وضو ہو جائے گا؟

ج:۔ مسح وِگ (مصنوعی بالوں) کو اتار کر کرنا چاہیئے۔ اگر ان پر مسح کیا تو وضو نہیں ہوگا۔

س:۔ کیا کسی کی برہنہ تصویر دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

ج:۔ برہنہ تصویر دیکھنا گناہ ہے، لیکن اس سے وضو ٹوٹتا نہیں ہے۔

س:۔ ایک شخص کاروبار کرتا ہے لیکن جب اذان ہو جاتی ہے تو نماز نہیں پڑھتا تو اس کا نماز کے وقت کاروبار کرنا کیسا ہے؟ اور جو رقم اس نے نماز کے وقت کمائی وہ حلال ہے یا حرام؟

ج:۔ کمائی تو حرام نہیں ہے مگر کاروبار میں اس طرح مشغول رہنا کہ نماز فوت ہو جائے ناجائز ہے۔

س:۔ اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سوچنے لگا کہ کون سی سورہ ملائے اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی کہ جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے تو کیا اس صورت میں بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

ج:۔ ہاں! صورتِ مسئولہ میں سجدہ سہو واجب ہے۔

دعائے مغفرت

دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا حبیب اللہ صاحب ندوی کے والد ماجد کا ۱۸ر مئی ۲۰۰۱ء کو طویل عمر میں اپنے وطن چمپارن میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

● تعمیر حیات کے قدرداں عبدالودود خاں (موضع ڈومنی مئو۔ پوسٹ سوراواں ضلع الٰہ آباد) کا یکم صفر ۱۴۲۲ھ کو طویل علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے۔

قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

(بقیہ) محبت رسول کا تقاضا۔

کا اور آخرت میں کامیابی کا یہی ذریعہ ہے آپ کی محبت کے اظہار میں ان باتوں سے بھی بچنا چاہیئے جس کو آپ نے منع کیا ہے، اس میں صرف چمک دمک کے لیے بے تحاشہ روپیہ خرچ کرنا کہ اسکو کچھ بچا کر مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کی جا سکتی ہو۔ تقریبات میں دھوم دھڑکا ناجائز حرکتیں اس طرح ایسے اعمال میں مبتلا ہونا جو حرام ہیں، گندے ہیں، معیوب ہیں ان کے ساتھ اگر محبت رسول کا مظاہرہ کرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش نہیں کر سکتا ہاں اس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کیلئے ان کے لائے ہوئے دین کو مضبوط کرنا اچھے اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہے جس کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں رہکر بڑی تکلیفیں اٹھائیں یہی اہم کام ہے ہم کو تو ہماری محبت کا ثبوت اس وقت دیں گے کہ ہر موقع پر اور موقع نکال کر اچھی عادتوں اور اچھی باتوں کو پیدا کریں اور پھیلائیں، سیرت کے جلسوں میں بھی یہ باتیں کہیں۔

رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا

سنگِ بنیاد

دینی اور عصری تعلیم کے میدان میں دار العلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاجِ تعارف نہیں اس نے اپنے قیام کے روز اول سے لیکر اب تک گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے دور نظامت میں اس نے ایک عظیم اسلامی مرکز کی حیثیت حاصل کی نیز اس کے کارکنان اساتذہ اور طلباء اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کیلئے حتی الوسع برابر کوشاں ہیں۔

دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہند و بیرون ہند کے طلباء کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے اور ان کی تعداد میں برابر غیر معمولی اضافہ اور قیام گاہوں کی تنگی کے پیش نظر معہد دار العلوم (جس میں ثانوی درجات کے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے) دو سال قبل دار العلوم ندوۃ العلماء سے دس کیلو میٹر کے فاصلے پر واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ میں ایک وسیع آراضی حاصل کرکے درسگاہوں (درجات) کی تعمیر کرنے کے بعد منتقل کر دیا گیا تھا جس میں ابتدائی درجات کی تعلیم سے ثانوی درجات کی تعلیم تک کا معقول بندوبست ہے۔

لیکن طلباء کیلئے دار الاقامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی اور جو معہد کی ایک بڑی ضرورت تھی۔

الحمد للہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر دار العلوم ندوۃ العلماء کے عظیم محسن اور مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کا سنگ بنیاد حضرت مولانا عبد اللہ عباس ندوی مدظلہ معتمد تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دست مبارک سے مورخہ ۲۷ر جولائی سنہ ۲۰۰۰ء کو رکھا۔

معہد دار العلوم ندوۃ العلماء واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ کی یہ عمارت چالیس کشادہ کمروں پر مشتمل ہوگی جس کے ہر کمرہ میں دس طلباء سہولت کے ساتھ قیام کر سکیں گے اس کے علاوہ چار نگراں حضرات کیلئے قیام کا بھی بندوبست ہوگا۔ اس طرح "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی پوری عمارت میں چار سو طلباء اور چار نگراں حضرات کے لئے رہائش کی سہولت ہوگی۔

بفضلہ تعالیٰ "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی عمارت کی تعمیر بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے، لیکن موجودہ ہوش ربا گرانی میں تعمیری کاموں بھی ہر اگلے دن میٹریل کا دام اور لیبر چارج بڑھتا جا رہا ہے اور کام بڑا ہے۔

اہل خیر حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے ان سے امید کی جاتی ہے کہ اس دار الاقامہ کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔ اور اپنے مرحومین کے نام سے کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل کا بار اٹھا کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

(ادارہ)